فتنہ اشتراکیت اور اسلام

آج کل جو اشتراکیت کا فتنہ سیلاب بن کر دنیا کا رخ کیے ٹھاٹھیں مارتا آرہا ہے اس سے بچاؤ کا ذریعہ صرف اسلام ہے۔ وہی اسلام جو حدیث کے ذریعہ قرآنِ مجید کی ترجمانی سے ہمارے سامنے آیا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے اور اس حقیقت سے یہ دشمنانِ اسلام پوری طرح واقف ہیں۔ اس لیے حدیث کا انکار کرکے یہ لوگ غلط فہمیاں پیدا کرنا اور اس بناء پر مسلمانوں کو دین اسلام سے برگشتہ کرنا چاہتے اور الحادود ہریت کے لیے راہ ہموار کرنا چاہتے ہیں۔

لیکن سن لو اے منکرین حدیث! اگر تم نے اس دیوار (حدیث وسنت) کو گرانے کی کوشش کی، تو تم خود اور تمہارے دوسرے ہمنوا اس سیلاب کی نذر ہو جائیں گے اور پاکستان جو لاکھوں جانوں کی قربانی سے معرضِ وجود میں آیا ہے، یہ بھی خطرہ میں پڑ جائے گا۔

تم قرآن کا نام لے کر حدیث کی تردید کرتے ہو اور حدیث کے مسائل کی تردید کرتے کرتے قرآن پر بھی ہاتھ صاف کر جاتے ہو۔ کیونکہ قرآن کا بیان حدیث ہے جب بیان نہ ہوگا تو قرآن پر ہاتھ صاف کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ شاید تم لوگ یہ خیال کر رہے ہو کہ اسلامی نظام میں حدیث کے وجود کو بڑا دخل ہے، اس لیے اس کی اہمیت کم کرنے سے ہم نظامِ اسلام میں رکاوٹ ڈالنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ یہ بات تمہارے دماغی عدم توازن کی پیدا کردہ ہے۔

آسان نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا

فللہ الحمد!

[اقتباس از: دوامِ حدیث، ج:۲، ص:۵۰۳، از حضرت حافظ محمد صاحب گوندلوی رحمہ اللہ]

غزوۂ سویق

ایک طرف صفوان بن امیہ، یہود اور منافقین اپنی اپنی سازشوں میں مصروف تھے تو دوسری طرف ابوسفیان بھی کوئی ایسی کارروائی انجام دینے کی ادھیڑ بن میں تھا جس میں بار کم سے کم پڑے لیکن اثر نمایاں ہو۔ وہ ایسی کارروائی جلد از جلد انجام دے کر اپنی قوم کی آبرو کی حفاظت اور ان کی قوت کا اظہار کرنا چاہتا تھا۔ اس نے نذر مان رکھی تھی کہ جنابت کے سبب اس کے سر کو پانی نہ چھو سکے گا یہاں تک کہ محمد (ﷺ) سے لڑائی کر لے۔ چناں چہ وہ اپنی قسم پوری کرنے کے لیے دو سو سواروں کو لے کر روانہ ہوا اور وادی قناۃ کے سرے پر واقع نیب نامی ایک پہاڑی کے دامن میں خیمہ زن ہوا۔ مدینے سے اس کا فاصلہ کوئی بارہ میل ہے، لیکن چوں کہ ابوسفیان کو مدینے پر کھلم کھلا حملے کی ہمت نہ ہوئی اس لیے اُس نے ایک ایسی کارروائی انجام دی جسے ڈاکہ زنی سے ملتی جلتی کارروائی کہا جا سکتا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ وہ رات کی تاریکی میں اطرافِ مدینہ کے اندر داخل ہوا اور حیی بن اخطب کے پاس جا کر اس کا دروازہ کھلوایا۔ حیی نے انجام کے خوف سے انکار کر دیا۔ ابوسفیان پلٹ کر بنونضیر کے ایک دوسرے سردار سلام بن مشکم کے پاس پہنچا جو بنونضیر کا خزانچی بھی تھا۔ ابوسفیان نے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ اس نے اجازت بھی دی اور مہمان نوازی بھی کی۔ خوراک کے علاوہ شراب بھی پلائی اور لوگوں کے پس پردہ حالات سے آگاہ بھی کیا۔ رات کے پچھلے پہر ابوسفیان وہاں سے نکل کر اپنے ساتھیوں میں پہنچا اور ان کا ایک دستہ بھیج کر مدینے کے اطراف میں عریض نامی ایک مقام پر حملہ کرا دیا۔ اس دستے نے وہاں کھجور کے کچھ درخت کاٹے اور جلائے اور ایک انصاری اور اس کے حلیف کو ان کے کھیت میں پا کر قتل کر دیا اور تیزی سے مکہ واپس بھاگ نکلا۔

رسول اللہ ﷺ نے واردات کی خبر ملتے ہی تیز رفتاری سے ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کا تعاقب کیا۔ لیکن وہ اس سے بھی زیادہ تیز رفتاری سے بھاگے؛ چناں چہ وہ لوگ تو دستیاب نہ ہوئے لیکن انھوں نے بوجھ ہلکا کرنے کے لیے ستو، توشے اور بہت سا ساز و سامان پھینک دیا تھا جو مسلمانوں کے ہاتھ لگا، رسول اللہ ﷺ نے کرکرۃ الکدر تک تعاقب کر کے واپسی کی راہ لی۔ مسلمان ستو وغیرہ لاد پھاند کر واپس ہوئے اور اس مہم کا نام غزوۂ سویق رکھ دیا۔ (سویق عربی زبان میں ستو کو کہتے ہیں۔) یہ غزوہ، جنگ بدر کے صرف دو ماہ بعد ذی الحجہ سن ٢ ہجری میں پیش آیا۔ اس غزوے کے دوران مدینے کا انتظام ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ کو سونپا گیا تھا۔ [الرحیق المختوم اردو، ص: ٣٩٤، ٣٩٥]

فہرست

نیکی اور پرہیز گاری میں ایک دوسرے کی مدد

﴿ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ﴾ [المائدہ:۲]

''نیکی اور پرہیز گاری میں ایک دوسرے کی امداد کرتے رہو اور گناہ اور ظلم وزیادتی میں مدد نہ کرو۔''

ایک دوسرے کی مدد کرنے کا فائدہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ)) [بخاری:۲۴۴۲]

''جو شخص کسی مسلمان کی ایک مصیبت کو دور کرے اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مصیبتوں میں سے ایک بڑی مصیبت کو دور فرمائے گا۔''

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی مصیبت زدہ کو دیکھ کر یہ دعا پڑھے گا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ، وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا۔

''ہر قسم کی تعریف اس اللہ کریم کے لیے ہے جس نے مجھے اس تکلیف سے بچایا ہے جس میں تجھے مبتلا کر دیا ہے اور اس نے مجھے اپنی بہت سی مخلوق پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔''

اللہ اس کو کبھی اس مصیبت میں مبتلا نہیں کرے گا۔

[ترمذی:۳۴۳۲۔ سلسلة احادیث صحیحه: ۲/ ۱۵۳، رقم: ۶۰۲]

مرعوبیت

اداریہ — حافظ احمد شاکر

پاکستانی قوم تیزی کے ساتھ جس ذلت وادبار اور نکبت ورسوائی کے گڑھے کی طرف لڑھک رہی ہے وہ سب پر عیاں ہو رہا ہے۔ اور اصحاب دردِ دل ان حالات میں جس قدر پریشان، بے چین اور بے قرار ہیں وہ بھی اب کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں رہی کہ ہر پاکستانی بقدر عقل وفہم متاثر ہے۔ ان صفحات میں اپنے علم وفہم کی حد تک ایک سے زیادہ مرتبہ اس بات کا اظہار کیا جا چکا اور قرآنی آیات کو بھی نقل کیا جا چکا ہے کہ یہ سب ہمارے اپنے ہی ہاتھوں کا کیا دھرا اور اپنے ہی اختیار کردہ غیر مستقیم راستے کا نتیجہ ہے۔ کیوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے کلامِ حکیم میں اپنے مومن بندوں کو اس کی طرف بار بار متوجہ بلکہ متنبہ فرما چکا ہے۔

﴿ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴾

''پھیل گیا فساد بیچ جنگل اور دریا کے بہ سبب اس چیز کے کمایا ہے ہاتھوں لوگوں کے نے تاکہ چکھاوے ان کو بعض اس چیز کا کہ کرتے ہیں تاکہ وہ پھر آویں۔'' [الروم:٤١]

دوسری جگہ فرمایا:

﴿ وَ مَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ يَعْفُوْ عَنْ كَثِيْرٍ ० وَ مَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ﴾ [الشوریٰ: ٣٠، ٣١]

''اور جو کچھ کہ پہنچتی ہے تم کو مصیبت سے پس بہ سبب اس چیز کے ہے کہ کمایا ہاتھوں تمہارے نے اور معاف کرتا ہے بہت چیزوں سے۔ اور نہیں تم عاجز کرنے والے بیچ زمین کے اور نہیں واسطے تمہارے سوائے اللہ کے کوئی دوست اور نہ مدد دینے والا۔''

واضح رہے کہ ایمان بالآخرت سے محروم اقوام کا تو ہدف ہی دنیا ہوتی ہے۔ ان کے تمام اصول، محنت، دیانت اور فکر کی انتہا دنیا ہی ہوتی ہے۔ ملال تو یہ ہے کہ نظریہ پاکستان کے سلوگن کے ساتھ ربّ کی دھرتی پر ربّ کے نظام کی خواہش رکھتے ہوئے لاکھوں جانوں کی قربانیاں دے کر الگ خطہ زمین حاصل کرنے والے مسلمان عوام کی منزل بھی دھیرے دھیرے دنیا کو بایں انداز بنا دیا گیا کہ اس کی حکمرانی اوّل دن سے ہی ان لوگوں کو سونپی جاتی رہی جن کا مقصد دنیا صرف دنیا بلکہ حلال وحرام کا خیال کیے بغیر دنیا کا حصول ہی تھا۔ **الناس علی دین ملوکھم** کے مطابق عوام نے بھی بالآخر دنیا ہی کو مقصد حیات بنالیا اور یہ سب نتیجہ ہوتا ہے دین سے دوری یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد سے غفلت اور شح نفس یعنی نفس کی بخیلی کا، اور دیکھا یہ گیا ہے کہ نفس کی بخیلی میں مبتلا وہی شخص ہوتا ہے جس نے دنیا کو اپنی زندگی کا ہدف اور مقصد بنالیا۔ دنیا کو مقصد بنالینے سے دنیا غالب آجاتی ہے اور موت سے گھبراہٹ بلکہ کراہت ہوتی ہے جس کو نبی ﷺ نے وہن سے تعبیر فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمایے مسند احمد کی حدیث:

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ لِثَوْبَانِ: كَيْفَ أَنْتَ يَا ثَوْبَانُ! إِذَا تَدَاعَتْ عَلَيْكُمْ

الْأُمَـمُ، كَتَـدَاعِيـكُـمْ عَلٰى قَصْعَةِ الطَّعَامِ يُصِيْبُوْنَ مِنْهُ ؟ قَالَ ثَوْبَانُ: بِأَبِيْ وَأُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَمِنْ قِلَّةٍ بِنَا؟ قَالَ: لَا، [بَلْ] أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيْرٌ، وَلٰكِنْ يُلْقَى فِيْ قُلُوْبِكُمُ الْوَهَنُ، قَالُوْا: وَمَا الْوَهَنُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ حُبُّكُمُ الدُّنْيَا، وَكَرَاهِيَتُكُمُ الْقِتَالَ ۔

یعنی ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثوبان سے فرما رہے تھے۔اس وقت تمہارا کیا...... حال ...... ہوگا جب تم ......مسلمانوں ...... پر دوسری امتیں اس طرح ٹوٹ پڑیں گی جس طرح تم رکابی ...... کھانے والا برتن ...... پر اس سے لینے ......کھانا ...... کے لیے ٹوٹ پڑتے ہو؟ ثوبان نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، کیا ہمارے تھوڑے ہونے کی وجہ سے ایسا ہوگا؟ فرمایا: نہیں، ان دنوں تم ......مسلمان ...... ہوگے تو بہت لیکن تمہارے دل میں وہن آ جائے گا۔ثوبان نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہن کیا ہوتا ہے؟ فرمایا: تم ...... مسلمان ......دنیا سے محبت کروگے اور لڑائی ......فی سبیل اللہ...... سے کراہت کروگے۔''

اس حدیث مبارک کی روشنی میں غور کیا جائے تو اس وقت پوری مسلم امہ وہن کے مرض میں مبتلا...... بلکہ لتھڑی ہوئی...... ہے لیکن پاکستان کے حکمران خصوصاً ۱۱/۹ کے بعد وہن سے پوری طرح چت ہو گئے تھے۔ پھر روشن خیال حکومت نے تو اپنے دور میں وہن کو گویا اپنا لوگو......امتیازی نشان ......ہی بنا لیا تھا۔عدلیہ کی بالجبر معزولی کے بعد متحرک ہوتی عوام اور خصوصاً وکلاء کی تگ و دو سے امید کے کچھ دیئے ٹمٹمانے لگے تھے کہ ۱۸ فروری کو طلوع سحر کا دن مقرر کر لیا گیا۔ بقول عوام الناس حکومت کی امیدیں ۱۸ فروری کے غیر متوقع انتخابی نتائج سے تلپٹ ہوگئیں اور......سیاست دانوں اور عوام کو جمہوریت کی وہ سحر مل گئی جس کی تشنگی سے ان کے ہونٹ خشک اور زبانیں تالو سے لگ چکی تھیں۔ چناں چہ ایک عدد حکومتی اتحاد بھی وجود میں آ گیا، کامیابی سے سرشاری میں عوام سے بعض وعدے بھی کر دیئے گئے جن کے ''حدیث'' نہ ہونے کے باعث تکمیل بھی ضروری نہ سمجھی گئی۔ بعد میں اقتدار واتحاد کے نتائج کو ۱۰۰ دن کی کھونٹی پر لٹکا دیا گیا اور ۱۰۰ دن پورے ہوتے ہی جنرل (ر) مشرف کی چہکار از سر نو شروع ہوگئی۔امریکی زعماء، جرنلز، اور حکومتی اہل کاروں کی شیطنت قدومی کا آغاز بھی ہوگیا۔اور ساتھ ہی سیدین شہیدین رحمہما اللہ کے قدوم میمنت لزوم سے مشرف سرزمین ایک بار پھر خونِ مسلم سے سرخ ہونی شروع ہوگئی۔عساکر پاکستان کے جوان ظلم و بربریت کا شکار ہونے لگے اور بم دھماکوں کا اندوہناک سلسلہ دوبارہ نمو پانے لگا۔

نئی حکومت کی پالیسیاں جب آہستہ آہستہ نمودار ہونے لگیں تو محسوس یہ کیا گیا کہ یہ تو سابقہ حکومت کی وہی وہن شدہ پالیسیاں ہی ہیں اور ساتھ ہی یہ سامنے آیا کہ سوویت یونینوں کے وہ پروردہ دانش ور جو کسی زمانے میں روس سے ڈرایا کرتے اور اس کو ناقابل شکست کہا کرتے تھے وہی اب خم ٹھونک کر امریکا کی حمایت میں ٹرٹرانے لگ گئے ہیں، وہ اب امریکا کو واحد سپر پاور کہہ کر عوام میں بددلی، بزدلی اور بے حمیتی پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔جس سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ آہ! وہن اب ہمارا حکمرانی مرض بن چکا ہے۔اس مرض کو کسی نے تسلیم تو کیا کرنا ہے حکمرانوں اور لیڈروں کو احساس تک نہیں کہ یہ وہ مرض ہے جس کی قباحت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی۔افسوس کہ علماء اور دینی جماعتوں کے سربراہ بھی مداہنت کا رویہ اپنائے ہوئے ہیں جب کہ ان کی شرعی، اخلاقی اور سیاسی ذمہ داری یہ تھی اور ہے کہ وہ عام مسلمانوں کو عقائد واعمال کی اصلاح، ایمان بالآخرت کی وعظ وتذکیر کے ساتھ قرآن وحدیث کی ان تعلیمات سے آگاہ کرتے جن کے مطابق جنگ کی خواہش تو بالکل نہیں کرنی چاہیے ہاں حکومت وقت کو حتی الامکان مصالحت ومفاہمت کی پالیسی اپنانی چاہیے نہ کہ خوف، مرعوبیت اور بزدلی کی۔اور اگر خدانخواستہ کسی مسلمان حکومت کو جنگ پر مجبور کر ہی دیا جائے تو کفار کے ساتھ جنگ کرتے وقت اس سے پیچھے رہ جانے اور بھاگنے کی شریعت نے سخت وعید فرمائی ہے۔ بشرطیکہ یہ جنگ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے ہو یا مسلمانوں پر کفار کی لشکر کشی کے جواب میں ہو۔کیوں کہ اس وقت کو قرآنِ حکیم نے ان تنصروا الله ینصرکم ویثبت اقدامکم سے تعبیر فرمایا ہے۔

تفسیر سورۃ الفاتحہ

حضرت مولانا نواب سید صدیق حسن خاں رحمہ اللہ ...... تسہیل: ابوبکر ظفر

سورۂ فاتحہ: ساڑھے تین (آیات) اللہ تعالیٰ کے لیے اور ساڑھے تین بندے کے لیے۔

اس کی ابتداء ﴿ الحمد لله رب العالمين ﴾ سے ہوتی ہے۔ زبان سے ثنا کرنے کو حمد کہتے ہیں، جمیل اختیاری پر اس زبان سے ثنا نکلتی ہے، کیوں کہ یہ ایک طرح کا شکر ہوتا ہے۔ جمیل اختیاری سے مراد وہ چیز ہے جو انسان اپنے ارادے سے کرتا ہے اور جس جمیل میں انسان کی صنع (محنت اور کوشش) نہ ہو مثلاً جمال (بمعنی حسن) وغیرہ اس پر ثنا (تعریف) کرنا حمد نہیں بلکہ مدح کہلاتا ہے۔

حمد و شکر کے درمیان فرق یہ ہے کہ جس کی تعریف کی جارہی ہے اس کے محاسن کا ذکر ہو تو اس وقت مدح و ثنا 'حمد' کے ضمن میں آئیں گی اگرچہ اُس کی جانب سے تعریف کرنے والے پر کوئی احسان ہو یا نہ ہو۔ اور شکر ہمیشہ اسی وقت ہوتا ہے جب کہ لائق شکر یہ کوئی احسان کیا گیا ہو۔ اسی لیے حمد شکر سے زیادہ عام ہے کیوں کہ یہ حمد محاسن اور احسان پر نہیں ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اسمائے حسنٰی اور اوّل و آخر تمام مخلوقات پر کی جاتی ہے۔ لہٰذا فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا ﴾ [الاسراء:۱۱۱]

''تمام تر حمد اللہ کی ہے جس نے اپنی اولاد نہیں بنائی۔''

دوسری جگہ فرمایا:

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ﴾ [الانعام:۱]

''تمام تر حمد اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے آسمان اور زمین بنائے۔''

شکر تو انعام پر ہوتا ہے لہٰذا یہ حمد سے بایں وجہ زیادہ خاص ہوا کہ یہ دل، ہاتھ اور زبان سے ہوتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُکْرًا ﴾ [سباء:۱۳]

''اے داؤد کی اولاد! شکر بجالاتے ہوئے اعمال کرو۔''

أَفَادَتْكُمُ النَّعْمَاءُ مِنِّيْ ثَلَاثَةٌ
يَدِيْ وَلِسَانِيْ وَالضَّمِيْرُ الْمُحَجَّبَا

''تم کو میری طرف سے تین نعمتیں فائدہ دیتی ہیں۔
میرے ہاتھ اور زبان اور چھپا ہوا دل۔''

حمد صرف دل و زبان سے ہوتی ہے اس وجہ سے اقسام کے اعتبار سے شکر بذات خود زیادہ عام ہے اور اسباب کے اعتبار سے حمد بذات خود زیادہ عام ہے۔

الحمد کا الف لام استغراق کے لیے ہے، یعنی حمد کی تمام اقسام اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہیں، غیر اللہ کے لیے نہیں ہیں۔ پھر جس چیز کو مخلوق ربانی نہیں بنا سکتی مثلا: انسان کی پیدائش یا آسمان و زمین کا پیدا کرنا اسی طرح آنکھ اور کان کا پیدا کرنا یا رزق پہنچانا وغیرہ یہ تو ظاہر ہیں۔ اور کچھ چیزیں ایسی ہیں کہ ان پر مخلوق کی حمد کی جاتی ہے مثلاً: صالحین وانبیاء کی تعریف کرنا یا کسی مشہور کام کرنے والے کی تعریف کرنا بالخصوص جس نے آپ کے ساتھ کوئی احسان کیا ہو تو یہ سب حمد و ثنا بھی اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے کیوں کہ اسی نے اس کرنے والے اور اس کام کو پیدا کیا اور اس نیکی کو اس کے ہاں پسندیدہ کر دیا اور اس کو یہ کام کرنے کی قوت دی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے دوسرے کاموں کا بھی یہی معاملہ ہے کہ اگر اس آدمی کے کاموں میں کچھ بھی خرابی ہو جائے تو اس کی تعریف نہیں کی جائے گی، اس اعتبار سے ساری حمد اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔

حمد را با تو نسبتی ست درست
بر در ہر کہ رفت بر درتست

اللہ عَلَم ہے، یعنی ہمارے ربّ تبارک وتعالیٰ کا خاص نام۔

اس کے معنی معبود ہوئے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے:

﴿ وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ﴾ []

''اور وہی معبود ہے آسمانوں اور زمینوں کا۔''

یعنی آسمانوں اور زمین کا معبود وہی ایک اللہ ہے، جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اس دن رحمٰن کے پاس بندہ (غلام) ہو کر آئے گا۔ سب اس کے بندے ہیں اور وہ سب کا معبود برحق ہے۔

اس لفظ جلالہ میں توحید الوہیت کا ثبوت ہے، جس کی طرف آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین تک تمام پیغمبروں نے دعوت دی ہے اور اسی کے لیے ساری کتابیں اتری ہیں اور سارے جہاں کے مشرکوں کی صفائی اسی توحید سے ہوتی ہے۔ جب تک کوئی بندہ یہ عقیدہ نہ رکھے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تب تک اس کی توحید درست نہیں ہوتی، جو کوئی اس عقیدہ کا مخالف ہے وہ مشرک فی العبادت ہے۔

ربّ کا معنی ہر چیز کا مالک ومتصرف ہے۔ اس سے توحید ربوبیت کا ثبوت ملا۔ تمام اہل شرک بھی اس توحید کے قائل تھے، یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ وہ خالق ورازق اور مدبر عالم ہے، اب اگر کوئی آسمان وزمین میں غیر اللہ کے تصرف کا عقیدہ رکھے تو وہ مشرک فی التصرف ہوگا جس طرح کہ اہل اسلام میں سے جاہل لوگ اولیاء اور قبروں کے بارے یہ برا عقیدہ رکھتے ہیں۔

عالمین عالم کی جمع ہے۔ اللہ کے علاوہ ہر چیز کو عالم کہتے ہیں، سو فرشتہ ہو یا نبی، انسان ہو یا جن وغیرہ یہ سب مربوب اور مقہور ہیں اور ان میں تصرف کیا جاتا ہے اور یہ بے نیاز (ہستی کے) فقیر، محتاج اور نیاز مند ہیں، اس کی شان وحدہ لاشریک لہ ہے۔ وہ بے پروا اور بے نیاز ہے کسی کا محتاج نہیں بلکہ سب اپنے وجود اور بقا کے اعتبار سے اس کے حاجت مند ہیں۔

''عالمین سے مراد چودہ ہزار عالم ہیں یہ حصر ٹھیک نہیں ہے''، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے کتنے عالم ہیں اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

﴿ وَ مَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ﴾ [المدثر: ۳۱]

''تیرے ربّ کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔''

اس جمع کے صیغہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ دائرہ وجود کی ہر چیز کا رب یعنی پالنے والا، رزق دینے والا، تدبر کرنے والا، پیدا کرنے والا، مارنے والا اور مصیبتیں ٹالنے والا اللہ ہی ہے، خواہ وہ مخلوق ہمیں معلوم ہو یا نہ ہو، حاضر اور محسوس ہو یا غائب ومخفی ہو، اس ذات کے سوا نہ کوئی مستحق عبادت ہے اور نہ کوئی لائق تصرف۔

لہٰذا اس کے بعد ﴿الرحمن الرحیم﴾ کہا ہے کیوں کہ ربوبیت رحمت کا ایک شعبہ ہے، یہ رحمت اس بات کی مستحق ہے کہ وہ اپنے بندے پالے، پرورش کرے، روزی دے، اُن کی مرادیں پوری کرے، ان کی حاجتیں برلائے، ان کی مصیبتیں ٹالے، اُن کی زندگی، موت اور قیامت کے دن اکٹھے کرنے کا بندوست کرے۔ سو یہ صرف اللہ تعالیٰ کی شان ہے کسی مخلوق کی نہیں، خواہ وہ بارگاہِ ربانی میں مقبول ہو، مثلاً: فرشتے، انبیاء ورسول، اولیا اللہ، شہداء اور صالحین ہوں، یا بارگاہِ ربانی سے دھتکارا گیا ہو، مثلاً: شیطان، بت، مورتیاں، بھوت پریاں، درخت وپتھر، قبریں اور گنہ گار لوگ وغیرہ۔

پھر فرمایا: ﴿ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴾ اور ایک قراءت کے مطابق مَلِكِ ہے۔ یہ سورہ چوں کہ مصحف کی پہلی سورہ ہے اس لیے اس کی ابتداء میں الوہیت ربوبیت اور مِلک کا ذکر کیا، بالکل اسی طرح مصحف کی آخری سورہ ﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ o مَلِكِ النَّاسِ o اِلٰهِ النَّاسِ [الناس: ۱-۳] ﴾ میں انہی تینوں اوصاف کو بیان کیا ہے۔

مختصر یہ کہ ان اوصاف کو قرآن کی ابتداء پھر انتہا میں یکجا ذکر کیا ہے۔

اب جو بندہ خود اپنا خیر خواہ ہے اس پر ضروری ہے کہ وہ اس جگہ توجہ کرے اور اس مقام پر تلاش وجستجو کے لیے محنت کرے اور یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ علیم وخبیر نے قرآن کے شروع اور آخر میں ان اوصاف کو صرف اسی لیے جمع کیا ہے اور اسے معلوم بھی ہے کہ اس کے بندوں کو ان مذکورہ صفات کی پہچان کی سخت ضرورت ہے۔ ان صفات میں سے ہر صفت ایک الگ اور مستقل معنی رکھتی ہے۔ ایک صفت میں ایک معنی اور دوسری صفت میں دوسرا معنی ہے، مثلاً یہ الفاظ محمد رسول اللہ، خاتم النبیین، سید ولد آدم، یہاں ہر صفت کے معنی دوسری صفت کے معنی کے علاوہ ہیں۔

جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ اللہ الٰہ کے معنی میں ہے اور الٰہ معبود

کے معنی میں ہے، پھر جس نے اللہ کو پکارا، اسی کے نام پر جانور ذبح کیا اور اس کی نذر مانی تو گویا اب اس نے اللہ کو (صحیح معنوں میں) پہچان لیا اور سمجھ گیا کہ یہ کام اسی کے لیے (خاص) ہونے چاہئیں، اور اگر اس شخص نے کسی دوسری مخلوق کو پکارا گو وہ پاکیزہ ہے یا گندی، اسی کے لیے جانور ذبح کیا اگرچہ ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا ہو یا اس کی منت مانے تو گویا اس نے مخلوق کو اپنا اللہ یعنی معبود بنا لیا تو اس شخص کی پہچان اسی طرح ہوگی جیسی بنی اسرائیل کی تھی کہ انھوں نے بچھڑا پوجنا شروع کر دیا۔ سو (آج) جو شخص اللہ کے سوا جسے بھی معبود بنا لے (گا گویا) وہ اس کا بچھڑا ہوگا، درخت ہے یا پتھر، فرشتہ ہے یا ستارہ، جن ہے یا انسان، قبر ہے یا کسی کا چلہ و مکان یا کوئی بھی نشان وغیرہ۔

لیکن جب بنی اسرائیل کو یہ بات معلوم ہوئی کہ ہم نے غیر اللہ کی عبادت کی ہے تو وہ ڈر گئے اور قرآنِ مجید کے مطابق وہ کہنے لگے:

﴿ وَ لَمَّا سُقِطَ فِیۡۤ اَیۡدِیۡهِمۡ وَرَاَوۡا اَنَّهُمۡ قَدۡ ضَلُّوۡا ۙ قَالُوۡا لَئِنۡ لَّمۡ یَرۡحَمۡنَا رَبُّنَا وَ یَغۡفِرۡ لَنَا لَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِیۡنَ ﴾ [الاعراف: ۱۴۹]

''اور جب بنی اسرائیل پشیمان ہوئے اور سمجھ گئے کہ وہ بہک گئے ہیں، بولے اگر ہمارا مالک ہم پر رحم نہ کرے اور نہ بخشے تو ہم ضرور نقصان والوں سے ہوں گے۔''

اس مقام سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شرک کے بارے جہالت عذر نہیں ہوسکتا، البتہ توبہ سے جب کہ سچے دل سے کی ہو شرک ختم ہو جاتا ہے، ورنہ یہ بھی نفاق ہے کہ ظاہری طور پر تو تائب ہو گیا لیکن باطن میں بدستور فاسق وگنہ گار ہے۔ جیسا کہ اکثر مخلوق کا حال اس زمانے میں اسی طرح ہے۔

ربّ کے معنی مالک و متصرف ہوئے، سو اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مالک ہے اور ہر چیز میں اسی کا تصرف چلتا ہے اور یہی حق (اور درست بات) ہے۔ جن بت پرست لوگوں سے رسول اللہ ﷺ نے جنگ کی تھی جیسا کہ قرآنِ شریف میں اس لڑائی کا ذکر جا بجا آیا ہے وہ لوگ بھی اس (بات) کے قائل تھے کہ ہر چیز کا مالک اور ہر چیز میں تصرف کرنے والا ربّ ہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَنۡ یَّرۡزُقُكُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الۡاَرۡضِ اَمَّنۡ یَّمۡلِكُ السَّمۡعَ وَ الۡاَبۡصَارَ ...... فَسَیَقُوۡلُوۡنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلۡ اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ ﴾ [یونس: ۳۱]

''آسمان اور زمین سے تم کو کون رزق دیتا ہے اور تمہارے کان اور آنکھیں کس نے بنائیں ...... سو کہیں گے اللہ تعالیٰ نے، آپ کہہ دیجیے کیا تم ڈرتے نہیں؟''

اب جو کوئی اللہ تعالیٰ کو (تو) کسی مصیبت کے ٹلنے اور کسی آڑے کام کے نکلنے کے لیے پکارے اور پھر کسی مخلوق کو بھی اسی (طرح کے) کام کے لیے پکارے بالخصوص خود اپنے آپ کو مذکورہ مخلوق کی غلامی (بندگی) کی طرف منسوب کرے مثلاً یوں کہے کہ فلاں تیرا بندہ ہے یا اپنا نام عبدعلی، عبدالنبی، عبدالحسین، عبدالرسول اور عبدالزبیر وغیرہ رکھ لے تو گویا اس نے اس مخلوق کے بارے ربّ ہونے کا اقرار کیا اور اسے پکارتے ہوئے خود اپنے آپ کو اس کا بندہ و غلام ٹھہرا لیا اور اس کے لیے اپنی بندگی کا اعتراف کیا، یہ کام اسی لیے کیا کہ وہ کوئی خیر (اور فائدہ) لائے گا اور شر (ونقصان) دور کرے گا۔ جب (اس نے) لفظ عبد کے ساتھ اپنا نام رکھا تو اس مخلوق ...... جس کا اس کے ساتھ ذکر کیا ...... کو ربّ سمجھا اگرچہ اس کے بارے یہ اقرار نہیں کیا کہ یہ ربّ العالمین ہے بلکہ اس کی کچھ ربوبیت کا انکار کیا ہے۔ اللہ پاک اس بندے پر رحم کرے جو خود اپنا خیر خواہ ہے اور ان اہم کاموں میں غور کرتا ہے، وہ اہل علم سے یہ سوال کرے کہ انھوں نے اس سورہ کی تفسیر یوں ہی کی ہے یا نہیں اس لیے کہ علماء سیدھی راہ پر چلنے والے ہیں۔

<u>یوم الدین</u> کی تفسیر جمہور مفسرین کے نزدیک وہی ہے جو خود اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں بیان فرمائی ہے:

﴿ وَ مَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا یَوۡمُ الدِّیۡنِ ۝ ثُمَّ مَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا یَوۡمُ الدِّیۡنِ ۝ یَوۡمَ لَا تَمۡلِكُ نَفۡسٌ لِّنَفۡسٍ شَیۡـًٔا ؕ وَ الۡاَمۡرُ یَوۡمَئِذٍ لِّلّٰهِ ﴾ [الانفطار: ۱۷-۱۹]

''اور تو کیا جانے کیا ہے جزا کا دن۔ پھر تو کیا جانے کیا ہے جزا کا دن۔ جس دن کوئی جی (شخص) کسی جی کا مختار (مالک) نہ ہوگا، اور اللہ تعالیٰ کا ہی امر (حکم) ہوگا۔''

جس نے اس تفسیر کا مفہوم اسی کے مطابق سمجھا وہ اِس دن کی

ملک (وحکومت) کی خصوصیت معلوم کرلے گا (جب کہا جائے گا):

﴿ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴾ [مومن:١٦]

''آج کس کی بادشاہی ہے۔ اللہ اکیلے زبردست کی۔''

حالاں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مالک ہے، یہ دن ہو یا کوئی دوسرا دن، یہ اس قدر اہم اور بڑا مسئلہ ہے کہ اسی کی پہچان دخولِ جنت کا سبب ہوگا اور جو اس سے لاعلم رہا اسے دوزخ میں جانا پڑے گا۔

فَيَالَهَا مِنْ مَسْئَلَةٍ لَوْ رَحَلَ الرَّجُلُ فِيْهَا اَكْثَرَ مِنْ عِشْرِيْنَ سَنَةً لَمْ يُوْفِهَا حَقَّهَا۔

یعنی ''اگر کوئی شخص یہ مسئلہ معلوم کرنے کے لیے بیس برس تک سفر کرے تو بھی اس مسئلہ کا حق پورا نہ ہوسکے۔''

اب یہ معنی کہاں اور اس پر ایمان لانا کہاں! قرآنِ پاک میں یہ صراحت گزری اور حدیث شریف میں ارشاد ہے:

يَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ! لَا أُغْنِيْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا۔

''اے محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ! آگ سے اپنی جان بچا اللہ کے عذاب کو میں تجھ سے بالکل نہیں روک سکوں گا۔''

پھر قصیدہ بردہ کے مؤلف یوں کہتے ہیں:

وَلَنْ يَّضِيْقَ رَسُوْلَ اللّٰهِ جَاهُكَ لِيْ
اِذِ الْكَرِيْمُ تَحَلّٰى بِاسْمِ مُنْتَقِمٍ
فَاِنَّ لِيْ ذِمَّةً مِّنْهُ بِتَسْمِيَتِيْ
مُحَمَّدًا وَهُوَ اَوْفَى الْخَلْقِ بِالذِّمَمِ
اِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْ مَعَادِيْ اٰخِذًا بِيَدِيْ
فَضْلًا وَّاِلَّا فَقُلْ يَا زَلَّةَ الْقَدَمِ

''اے اللہ کے رسول! میری وجہ سے آپ کا مرتبہ کچھ کم نہیں ہوگا۔ کیوں کہ عزت والوں کو اپنے نام کا لحاظ ہوتا ہے۔ گویا آپ میرے ذمہ دار ہیں اس لیے کہ آپ میرے ہم نام ہیں۔ اگر آپ آخرت میں میرا ہاتھ نہ پکڑیں تو رسوائی کے علاوہ اور کوئی صورت نہ ہوگی۔''

ہر وہ شخص جو اپنا خیر خواہ ہے ان اشعار پر غور کرے کہ ان کے معنی کیا ہوں گے جس بنا پر لوگوں کا ایک گروہ فتنہ میں مبتلا ہے اور خود عالم ہونے کا دعویٰ ہے۔ ان اشعار کو قرآنِ عظیم کی تلاوت پر مقدم کیا جاتا ہے۔ کیا بندے کے دل میں ان اشعار کی تصدیق اور مذکورۃ الصدر آیت ﴿ لا تملك نفس لنفس شيئا ... ﴾ الخ اور حدیث: یا فاطمة بنت محمد ...... الخ، کی تصدیق جمع ہوسکتی ہیں؟ نہیں، اللہ کی قسم! نہیں یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ کیا کسی شخص کا دل اس بات کی گواہی دے سکتا ہے کہ موسیٰ وفرعون دونوں سچے تھے؟ یا حضرت ﷺ اور ابوجہل دونوں حق پر تھے؟

وَاللّٰهِ مَا اسْتَوَيَا وَلَنْ يَّتَلَاقَيَا
حَتّٰى تَسْتَيْبَ مُفَارِقُ الْغِرْبَانِ

تعلیق بالمحال ہے، ''یعنی نہ موسیٰ وفرعون برابر ہوسکتے ہیں اور نہ آپ ﷺ اور ابوجہل، شتان بین المرتبتین۔''

جس شخص نے اس مسئلہ اور قصیدہ بردہ کو پہچان لیا اور اس کے عاشقوں کو بھی جان لیا وہ اس بات کو بھی پہچان لے کہ اسلام اجنبی ہوچکا ہے، مسلمان کتابوں میں اور مسلمان قبروں (مزاروں) پر ہیں۔ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ ان (لوگوں) کی ہمارے ساتھ یہ دشمنی اور ہماری جانیں، اموال اور خواتین کو حلال اور جائز کسی کفر یا لڑائی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ یہ لڑائی اور کفر کا کام خود ان کی طرف سے ہے، وہ ان آیاتِ کریمہ کی وجہ سے ہم سے لڑتے ہیں:

﴿ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴾ [الجن:١٨]

''اللہ کے ساتھ کسی اور کو مت پکارو۔''

﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ ﴾ [الاسراء:٥٧]

''یہ جن کو مشرک پکارتے ہیں وہ خود اپنے ربّ کا قرب حاصل کرنے کے لیے وسیلے ڈھونڈتے ہیں۔''

﴿ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۭ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ ﴾ [الرعد:١٤]

''اسی کی سچی پکار ہے اور اس کو چھوڑ کر جنھیں وہ پکارتے ہیں وہ تو ان کا کچھ بھی نہیں کرسکتے۔''

مالک یوم الدین کے کچھ معانی تمام مفسرین کے مطابق یہاں بیان ہوئے اور اس جملہ کی تفسیر خود اس کہنے والے نے سورہ انفطار میں کی ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔

وَلَا عَطْرَ بَعْدَ عُرُوْسٍ وَلَيْسَ وَرَآءَ عَبَّادَانِ قَرْيَةٌ ۔

تمثیل ہے، یعنی ''شادی کے بعد عطر نہیں (ہوتا) اور عبادان کے اس طرف کوئی گاؤں نہیں۔''

دستور یہی ہے کہ اِنَّ الْحَقَّ لَا يَتَبَيَّنُ اِلَّا بِالْبَاطِلِ ''سچ باطل کے بغیر ظاہر نہیں ہوتا۔'' وَبِضِدِّهَا تَتَبَيَّنُ الْاَشْيَآءُ ''تمام باتیں مقابلے سے معلوم ہوتی ہیں۔''

اس جگہ جو ہم نے بیان کیا ہے آپ کو چاہیے کہ وقتاً فو قتاً دن بہ دن ہمیشہ اس بارے میں غور کریں شاید آپ کی ملت ابراہیمی اور دین محمد ﷺ سے کچھ شناسائی ہوجائے اور آپ کا حشر بھی ان کے ساتھ ہو اور بدلہ کے دن آپ کو حوض (کوثر) سے روکا نہ جائے جیسا کہ اس دین کے راستوں کو چھوڑنے والے اور رکاوٹیں کھڑی کرنے والے کو روک دیا جائے گا، شاید آپ قیامت کے دن صراطِ مستقیم سے گزر جائیں اور آپ کے پاؤں لغزش نہ کریں۔ جیسا کہ ان کے پاؤں اس جگہ ڈگمگا جائیں گے جو راہِ راست، ملت ابراہیمی اور دین محمدی ﷺ سے دنیا میں متزلزل ہو گئے تھے۔

کسانے که زین راه برگشته اند
بر فتند بسیار سرگشته اند
خلاف پیمبر کسے راه گزید
کر ہرگز بمنزل نخواہد رسید
پندار سعدی که راهِ صفاء
تو ان رفت جز در پی مصطفٰے

ہر شخص کو چاہیے کہ اس دعائے فاتحہ کو حضورِ دل اور بارگاہِ الٰہی میں خشوع وخضوع کے ساتھ مانگا کرے۔

اور (اس کے بعد) ﴿ اياك نعبد واياك نستعين ﴾ کہے۔ کمال درجہ خضوع اور خاکساری اور نہایت درجہ محبت وخوف اور (اللہ کے سامنے) ذلت کو عبادت کہتے ہیں۔

اس مقام پر مفعول کو مقدم کیا ہے اور پوری طرح حصر واہتمام کے لیے دوبار ذکر فرمایا ہے۔ یعنی ہم سب تیرے سوا کسی کو نہیں پوجتے اور صرف تجھ پر بھروسا کرتے ہیں، یہی کمال اطاعت ہے اور سارا دین انہی دو معانی کی طرف لوٹتا ہے۔ پہلا جملہ شرک اور اس کی تمام اقسام سے اظہار براءت ہے اور دوسرا جملہ اپنے حول وقوۃ سے اظہار براءت ہے۔

﴿ اياك نعبد ﴾ کے معنی یہ ہوئے: اياك نوحد یعنی ہمارا اپنے رب سے معاہدہ ہے کہ اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہیں کریں گے فرشتہ ہو یا پیغمبر، پیر ہو یا شہید، جن ہو یا انسان، شیطان ہو یا کوئی نشان، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا:

﴿ وَ لَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَ النَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴾ [آلِ عمران: ٨٠]

''اور تم کو حکم نہیں دیا کہ تم فرشتوں اور پیغمبروں کو ربّ بناؤ، کیا تم کو مسلمان ہونے کے بعد کفر کا حکم کرے گا۔''

اس آیت میں غور کر کے حق ربوبیت پہچاننا چاہیے، جسے جھوٹے مسلمان اور نام کے مومن ہر کسی کی طرف منسوب کرتے ہیں، اگر صحابہ کرام انبیاء اور رسولوں کے ساتھ یہ کام کرتے تو اسلام (قبول کرنے کے) بعد کافر ہو جاتے۔ جو شخص یہی کام مثلاً سالار مدار قطب وغیرہ کے ساتھ کرے گا وہ کیوں نہ کافر ہوگا۔ بلکہ کافر سے بھی بدتر ہوگا، اس لیے کہ جو کام دورِ جاہلیت میں بتوں اور مورتیوں کے ساتھ انھوں نے نہیں کیے تھے وہی کام یہ نام کے مسلمان جھوٹے کلمہ گو اولیاء اور ان کی قبروں کے ساتھ کرتے ہیں، ان قبر پرستوں اور پیر پرستوں نے دور جاہلیت کے جاہلوں کے بھی کان کتر دیے ہیں۔

پدرم جنت جاوید به گندم بفروخست
نا خلف باشم اگر من بجوے نفر و شم

﴿ اياك نستعين ﴾ کے لفظ میں دو باتیں ہیں: ایک اللہ پاک سے اعانت کا سوال اور یہی توکل ہے۔ دوسرا اپنے حول وقوۃ سے اظہار براءت ہے۔ سو اللہ سے اعانت طلب کرنا بندے کے اس نصف حصے میں سے ہے، جس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔

توفیق البـــــاری

لترجمة الأدب المفرد للبخاری

"الادب المفرد" کا اردو ترجمہ مع تشریحات وفوائد از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ

تسہیل: ابوبکر ظفر

باب: الظلم ظلمات

ظلم اندھیرے ہیں

۴۹۰۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِتَّقُوا الظُّلْمَ فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَاتَّقُوا الشُّحَّ فَإِنَّ الشُّحَّ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، حَمَلَهُمْ عَلٰى أَنْ سَفَكُوْا دِمَاءَ هُمْ، وَاسْتَحَلُّوْا مَحَارِمَهُمْ))

[صحيح مسلم: ٤٥، البر والصلة والأدب، ح:٥٦]

"جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ظلم سے بچو، قیامت کے دن ظلم اندھیرے ہوں گے، اور کنجوسی سے بچو، کنجوسی نے ان کو ہلاک کیا جو تم سے پہلے تھے، اس نے ان کو خون ریزی اور حرام کردہ امور کو حلال سمجھنے پر آمادہ کیا۔"

۴۹۱۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَكُوْنُ فِيْ آخِرِ أُمَّتِيْ مَسْخٌ وَقَذْفٌ وَخَسْفٌ، وَيَبْدَأُ بِأَهْلِ الْمَظَالِمِ)) [ضعيف الإسناد، فيه المنكدر بن محمد/ وهو ضعيف/ المغني فى الضعفاء: ٦٤٤٧]

"جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے آخری حصوں میں (صورتوں کا) مسخ ہوجانا، (پہاڑوں کا) پھٹ جانا اور (زمینوں یا بستیوں کا) دھنس جانا ہوگا۔ یہ کام ظلم کرنے والوں سے شروع ہوگا۔"

۴۹۲۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) [صحيح البخارى: ٤٦۔ المظالم: ٨/ ومسلم: ٤٥۔ البر والصلة والأدب، ح: ٥٧]

"عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز ظلم اندھیرے ہوں گے۔"

۴۹۳۔ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ، عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((إِذَا خَلَصَ الْمُؤْمِنُوْنَ مِنَ النَّارِ حُبِسُوْا بِقَنْطَرَةٍ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، فَيَتَقَاصُّوْنَ مَظَالِمَ بَيْنَهُمْ فِي الدُّنْيَا، حَتّٰى إِذَا نُقُّوْا وَهُذِّبُوْا أُذِنَ لَهُمْ بِدُخُوْلِ الْجَنَّةِ۔ فَوَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَأَحَدُهُمْ بِمَنْزِلِهِ أَدَلُّ مِنْهُ فِي الدُّنْيَا))

[صحيح البخارى: ٤٦۔ المظالم: ١]

"ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول للہ ﷺ نے فرمایا: جب مومنین آگ سے رہائی پائیں گے (تو) جنت اور جہنم کے درمیان ایک پل پر روکے جائیں گے، دنیا میں جو ان کے (آپس میں) مظالم (ظلم، زیادتیاں اور حق تلفیاں) ہوئیں تھیں ان کا قصاص (بدلہ) لیا جائے گا، حتیٰ کہ جب (گناہوں سے) پاک صاف ہوجائیں گے تب ان کو جنت میں جانے کی اجازت ہوگی۔ قسم ہے اس (ذات) کی جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے ان میں سے ہر ایک (کو) دنیا کی نسبت اپنی اپنی منزل (جنت وجہنم) کی راہ خوب معلوم ہوگی۔"

۴۹۴۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِيَّاكُمْ وَالظُّلْمَ فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَإِيَّاكُمْ

وَالْفُحْشَ، فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَاحِشَ الْمُتَفَحِّشَ، وَإِيَّاكُمْ وَالشُّحَّ، فَإِنَّهُ دَعَا مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، فَقَطَعُوا أَرْحَامَهُمْ، وَدَعَاهُمْ، فَاسْتَحَلُّوا مَحَارِمَهُمْ ›› [صحیح]

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ظلم سے بچو، قیامت کے دن ظلم اندھیرے ہوں گے اور تم فحش (بدگوئی) سے بچو، بے شک اللہ تعالیٰ بدگوئی کرنے والے اور فحش کے متلاشی کو پسند نہیں کرتا اور تم کنجوسی سے بچو کہ اس نے تم سے پہلوں کو قطع رحمی کی طرف بلایا اور اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ امور کو حلال قرار دینے کی طرف بلایا۔''

٤٩٥۔ عن جابر، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ‹‹ إِيَّاكُمْ وَالظُّلْمَ فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَاتَّقُوا الشُّحَّ فَإِنَّهُ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَحَمَلَهُمْ عَلٰى أَنْ سَفَكُوا دِمَاءَهُمْ وَاسْتَحَلُّوا مَحَارِمَهُمْ ›› [صحیح]

''جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ظلم سے بچو، قیامت کے دن ظلم اندھیرے ہوں گے اور تم کنجوسی سے بچو کہ اس نے تم سے پہلوں کو تباہ کر دیا، ان کو خوں ریزی اور حرام کردہ امور کو حلال قرار دینے پر آمادہ کیا۔''

٤٩٦۔ عَنْ أَبِي الضُّحٰى قَالَ: اِجْتَمَعَ مَسْرُوْقٌ وَشُتَيْرُ بْنُ شَكَلٍ فِي الْمَسْجِدِ فَتَقَوَّضَ إِلَيْهِمَا حِلَقُ الْمَسْجِدِ، فَقَالَ مَسْرُوْقٌ: لَا أَرٰى هٰؤُلَاءِ يَجْتَمِعُوْنَ إِلَيْنَا إِلَّا لِيَسْتَمِعُوْا مِنَّا خَيْرًا، فَإِمَّا أَنْ تُحَدِّثَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ فَأُصَدِّقَكَ أَنَا، وَإِمَّا أَنْ أُحَدِّثَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ فَتُصَدِّقَنِيْ؟ فَقَالَ: حَدِّثْ يَا أَبَا عَائِشَةَ،

قَالَ: هَلْ سَمِعْتَ عَبْدَ اللّٰهِ يَقُوْلُ: اَلْعَيْنَانِ يَزْنِيَانِ، وَالْيَدَانِ يَزْنِيَانِ، وَالرِّجْلَانِ يَزْنِيَانِ، وَالْفَرْجُ يُصَدِّقُ ذٰلِكَ أَوْ يُكَذِّبُهُ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، قَالَ: وَأَنَا سَمِعْتُهُ، قَالَ: فَهَلْ سَمِعْتَ عَبْدَ اللّٰهِ يَقُوْلُ: مَا فِي الْقُرْآنِ آيَةٌ أَجْمَعَ لِحَلَالٍ وَحَرَامٍ وَأَمْرٍ وَنَهْيٍ مِنْ هٰذِهِ الْآيَةِ: ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيْتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى [النحل:٩٠] ﴾؟ قَالَ: نَعَمْ وَأَنَا قَدْ سَمِعْتُهُ۔ قَالَ: فَهَلْ سَمِعْتَ عَبْدَ اللّٰهِ يَقُوْلُ: مَا فِي الْقُرْآنِ آيَةٌ أَسْرَعُ فَرَجًا مِنْ قَوْلِهِ: ﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهُ مَخْرَجًا [الطلاق:٢] ﴾؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: وَأَنَا قَدْ سَمِعْتُهُ۔ قَالَ: فَهَلْ سَمِعْتَ عَبْدَ اللّٰهِ يَقُوْلُ: مَا فِي الْقُرْآنِ آيَةٌ أَشَدُّ تَفْوِيْضًا مِنْ قَوْلِهِ: ﴿ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ أَسْرَفُوْا عَلٰى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ [الزمر:٥٣] ﴾؟ قَالَ: نَعَمْ، وَأَنَا سَمِعْتُهُ۔ [حسن الإسناد]

''ابوالضحیٰ کہتے ہیں مسروق اور شتیر بن شکل مسجد میں اکٹھے ہوئے تو مسجد میں موجود حلقے ان کے پاس جمع ہونے لگے، مسروق نے کہا ہم انھیں دیکھ رہے ہیں کہ یہ لوگ ہمارے پاس صرف اس لیے جمع ہو رہے ہیں کہ ہم سے خیر یعنی علم (کی باتیں) سنیں، سو یا تو تم عبداللہ سے حدیث بیان کرو اور میں تمھاری تصدیق کروں یا میں عبداللہ سے حدیث بیان کروں اور تم میری تصدیق کرو، شتیر نے کہا اے ابوعائشہ تمھی بیان کرو۔

مسروق نے کہا آپ نے عبداللہ سے سنا ہوگا وہ کہتے تھے: دونوں آنکھیں زنا کرتی ہیں، دونوں ہاتھ زنا کرتے ہیں اور دونوں پاؤں زنا کرتے ہیں پھر شرمگاہ ان کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔ شتیر نے کہا جی ہاں میں نے بھی ان کو اسی طرح کہتے ہوئے سنا تھا۔

مسروق نے کہا کیا آپ نے عبداللہ کو یہ بھی کہتے سنا ہے کہ قرآن میں اس آیت ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيْتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى [النحل:٩٠] ﴾ سے زیادہ جامع حلال وحرام اور احکامات ومنہیات (کو بیان کرنے) والی نہیں ہے؟ شتیر نے کہا جی ہاں میں نے بھی ان کو اسی طرح کہتے ہوئے سنا تھا۔

مسروق نے کہا کیا آپ نے ان کو یہ بھی کہتے ہوئے سنا ہے کہ قرآن میں اس آیت ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهُ مَخْرَجًا [الطلاق:٢] ﴾ سے زیادہ جلدی کوئی جملہ وسعت رزق کا

باعث نہیں؟ شتیر نے کہا جی ہاں میں نے بھی ان کو اسی طرح کہتے ہوئے سنا تھا۔
مسروق نے کہا کیا آپ نے عبداللہ سے یہ بھی سنا ہے کہ قرآن میں اس آیت ﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ [الزمر:٥٣]﴾ سے زیادہ کوئی بیان نہیں جس میں سختی سے اللہ تعالیٰ کے لیے سپردگی بیان ہوئی ہو؟ شتیر نے کہا جی ہاں میں نے بھی ان سے سنا ہے۔''

٤٩٧۔ عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، عَنِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قَالَ: ((يَا عِبَادِيْ! إِنِّيْ قَدْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰى نَفْسِيْ، وَجَعَلْتُهُ مُحَرَّمًا بَيْنَكُمْ، فَلَا تَظَالَمُوْا، يَا عِبَادِيْ! إِنَّكُمُ الَّذِيْنَ تُخْطِؤُوْنَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَأَنَا أَغْفِرُ الذُّنُوْبَ وَلَا أُبَالِيْ، فَاسْتَغْفِرُوْنِيْ أَغْفِرْ لَكُمْ، يَا عِبَادِيْ! كُلُّكُمْ جَائِعٌ إِلَّا مَنْ أَطْعَمْتُهُ فَاسْتَطْعِمُوْنِيْ أُطْعِمْكُمْ، كُلُّكُمْ عَارٍ إِلَّا مَنْ كَسَوْتُهُ، فَاسْتَكْسُوْنِيْ أَكْسُكُمْ، يَا عِبَادِيْ! لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ، وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ، كَانُوْا عَلٰى أَتْقٰى قَلْبِ عَبْدٍ مِنْكُمْ لَمْ يَزِدْ ذٰلِكَ فِيْ مُلْكِيْ شَيْئًا، وَلَوْ كَانُوْا عَلٰى أَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ لَمْ يَنْقُصْ ذٰلِكَ مِنْ مُلْكِيْ شَيْئًا، وَلَوِ اجْتَمَعُوْا فِيْ صَعِيْدٍ وَاحِدٍ، فَسَأَلُوْنِيْ فَأَعْطَيْتُ كُلَّ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ مَا سَأَلَ، لَمْ يَنْقُصْ ذٰلِكَ مِنْ مُلْكِيْ شَيْئًا إِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْبَحْرَ أَنْ يُغْمَسَ فِيْهِ الْمَخِيْطُ غَمْسَةً وَاحِدَةً، يَا عِبَادِيْ! إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أَجْعَلُهَا عَلَيْكُمْ فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ، وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَا يَلُوْمُ إِلَّا نَفْسَهُ)) كان أبو إدريس، إذا حدَّثَ بهٰذا الحديث، جثٰى على ركبتيه۔ [صحيح مسلم:٤٥۔ البر والصلة والأدب، ح:٥٥]

''ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے بیان کیا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے میرے بندو! میں نے اپنی جان پر ظلم حرام کیا ہے اور اس کو تمہارے درمیان (بھی) حرام کیا ہے، سو تم (آپس میں) ظلم نہ کرو۔ اے میرے بندو! تم وہی ہو کہ دن رات غلطیاں کرتے ہو اور میں گناہ بخشتا رہتا ہوں اور کچھ بھی پروا نہیں کرتا، سو تم مجھ سے معافی مانگو میں تم کو بخش دوں گا۔ اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو سوائے اس کے جس کو میں کھلاؤں، تم مجھ سے کھانا مانگو میں تم کو کھانا دوں گا۔ اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو سوائے اس کے جس کو میں پہناؤں، تم مجھ سے کپڑا مانگو میں تم کو پہناؤں گا۔

اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے اور جن وانساں (سب) تم میں سے کسی پرہیز گار شخص کے دل کی طرح ہو جائیں تو یہ میری حکومت میں کچھ (بھی) اضافہ نہ کرے گا۔ اور اگر یہ سب کسی نہایت گنہ گار شخص کے دل کی طرح ہو جائیں تو یہ میری حکومت سے کچھ بھی کم نہ کرے گا۔ اور اگر یہ سب کے سب ایک زمین (میدان) میں جمع ہوں اور مجھ سے سوال کریں پھر میں اُن میں سے ہر انسان کو اس کی مانگی ہوئی چیز عطا کروں تو یہ میری حکومت میں سے کچھ بھی کم نہ کرے گا سوائے اس قدر کہ سوئی کو ایک بار دریا میں ڈبونے سے جتنی کمی دریا میں ہوگی۔

اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہیں میں نے ان کو تم پر رکھا ہے، سو جو کوئی (ان اعمال میں) خیر پائے وہ اللہ کی حمد کرے اور جو کوئی کچھ اور پائے وہ اپنے علاوہ کسی کو ملامت نہ کرے۔'' ابوادریس خولانی جب یہ حدیث بیان کرتے تو گھٹنوں کے بل ہو جاتے تھے۔

فائدہ: یہ حدیث نہایت اشرف واعلی، اکرم واولیٰ ہے۔ علامہ محمد بن علی شوکانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی مستقل شرح ''نثر الجوہر'' کے نام سے لکھی ہے اور میں نے فارسی اور اردو زبان کے بعض رسائل کے ضمن میں اس شرح کو بطور خلاصہ ذکر کر دیا ہے۔



قرآنِ مجید اور بخاری و مسلم سے ماخوذ احکام

ابن بشیر الحسینوی

غسل کے احکام

بعض کاموں کے لیے غسل کرنا مسنون ہے:

① ......نماز جمعہ کے لیے۔ [بخاری: ۸۵۸، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۹۷، ۸۹۸، ۹۰۳۔ مسلم: ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۹]

② ......نفاس والی کا، احرام باندھنے کے لیے۔ [مسلم: ۱۲۰۹]

③ ......مکہ میں داخل ہونے کے لیے۔
[بخاری: ۱۵۷۳۔ مسلم: ۱۲۵۹]

④ ......مستحاضہ کا ہر نماز کے لیے غسل کرنا۔
[بخاری: ۳۲۷۔ مسلم: ۳۳۴]

⑤ ......غشی طاری ہونے والے کے لیے۔ [بخاری: ۶۸۷]

غسل کرنے کا طریقہ:

❀......دونوں ہاتھوں کو دھونا چاہیے پھر نماز جیسا وضو کرنا چاہیے پھر اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو پانی سے تر کر کے ان کے ساتھ بالوں کی جڑوں کا خلال کرنا چاہیے یہاں تک کہ وہ یقین کرے کہ اس کی جلد تر ہوگئی ہے۔ پھر سر پر تین چلو پانی ڈالنا چاہیے، پھر ساری جلد پر پانی بہانا چاہیے۔ [بخاری: ۲۴۸، ۲۷۲۔ مسلم: ۳۱۶، ۳۲۷]

❀......خواہ بال جتنے بھی زیادہ ہوں پانی تین بار سے زیادہ نہیں ڈالنا چاہیے۔ [مسلم: ۳۲۹]

❀...... پہلے سر کے دائیں طرف پھر بائیں طرف پانی ڈالنا چاہیے۔ [بخاری: ۲۵۸۔ مسلم: ۳۱۸]

❀......سر پر صرف ایک بار پانی بہانا بھی کافی ہے۔
[بخاری: ۲۵۷]

غسل کرنے کے متفرق احکام:

① ......خاوند اور بیوی دونوں اکٹھے ایک برتن سے غسل کر سکتے ہیں۔ [بخاری: ۲۵۰، ۲۶۱۔ مسلم: ۳۲۴]

② ......غسل پانی کے ایک صاع سے لے کر پانچ مد کی مقدار سے کرنا مستحب ہے۔ [بخاری: ۲۰۱، ۲۵۱، ۲۵۲۔ مسلم: ۳۲۵]

③ ...... یا ایک فرق (تقریباً نو سیر) پانی سے بھی غسل کرنا مستحب ہے۔ [بخاری: ۲۵۰۔ مسلم: ۳۱۹]

④ ......لوگوں کی موجودگی میں پردے کا اہتمام کر کے غسل کرنا چاہیے۔ [بخاری: ۲۸۰۔ مسلم: ۳۳۶] غسل کرنے والی خواہ عورت ہو۔
[بخاری: ۲۵۱]

⑤ ......تنہائی میں ننگے غسل کرنا بھی صحیح ہے۔
[بخاری: ۲۷۸، ۲۷۹۔ مسلم: ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۹]

⑥ ......غسل جنابت کے لیے عورت کا اپنے سر کی مینڈھیوں کو کھولنا ضروری نہیں صرف سر پر تین چلو ڈالنا ہی کافی ہے۔
[مسلم: ۳۳۰، ۳۳۱]

⑦ ...... بیوی کے بچے ہوئے پانی سے غسل کرنا صحیح ہے۔
[مسلم: ۳۲۳]

⑧ ......کھڑے پانی میں جنبی آدمی کا غسل کرنا ممنوع ہے۔
[مسلم: ۲۸۳]

⑨ ......جنبی آدمی کا سونے سے پہلے کبھی کبھار غسل کر کے اور کبھی کبھار وضو کر کے سونا جائز ہے۔ [مسلم: ۳۰۷]

⑩......اگر عورت کو احتلام ہو جائے تو وہ بھی غسل کرے گی۔

[بخاری:۲۸۰۔مسلم:۳۳۶]

⑪......اگر باپ غسل کر رہا ہو ہے تو بیٹی کا اس کے لیے پردے کا اہتمام کرنا درست ہے۔[مسلم:۳۳۶] اسی طرح اگر خاوند غسل کر رہا ہے تو بیوی کا اس کے لیے پردے کا اہتمام کرنا درست ہے۔

[مسلم:۳۳۷]

⑫......غسل کرتے وقت کوئی بات کرنا جائز ہے۔

[بخاری:۲۸۰۔مسلم:۳۳۶]

تیمّم کے احکام

تیمّم کرنے کی شرائط:

❀......تیمّم کرتے وقت پانی کا موجود نہ ہونا شرط ہے۔

[المائدہ:۶۔بخاری:۳۳۴۔مسلم:۳۶۷،۵۲۲]

❀......کسی بیماری کی وجہ سے (جس میں پانی استعمال نہ کرنا ہو۔)[النساء:۴۳]

❀......جس مٹی سے تیمّم کرنا ہے وہ پاک ہو۔[النساء:۴۳]

تیمّم کرنے کا طریقہ:

دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو زمین پر مارا جائے پھر ان میں پھونک ماری جائے، پھر بائیں ہاتھ کو دائیں پر اور دائیں کو بائیں پر پھیر لیا جائے، پھر دونوں ہاتھوں کو چہرے پر پھیرا جائے۔

[بخاری:۳۳۸،۳۴۷۔مسلم:۳۶۸]

تیمّم کرنے کے متفرق احکام:

❀......تیمّم کے لیے دونوں ہاتھوں کو زمین پر ایک ہی مرتبہ مارنا چاہیے۔ [بخاری:۳۴۷۔مسلم:۳۶۸]

❀......اگر جنابت پہنچ جائے تو پانی کی عدم موجودگی میں مٹی سے تیمّم کر لینا ہی کافی ہے۔[بخاری:۳۴۴۔مسلم:۶۸۲،۳۶۸]

❀......طہارت کی حالت میں سلام کا جواب دینا مستحب ہے اگر طہارت کی حالت نہ ہو اور پانی بھی نہ ہو تو تیمّم کرکے جواب دے دیا جائے۔[بخاری:۳۳۷۔مسلم:۳۶۹]

❀...... پانی کی عدم موجودگی میں زمین کی مٹی وضو کے قائم مقام ہے۔(۱)[مسلم:۵۲۲]

❀......مٹی سے تیمّم کرنا صرف اسی امت کا خاصہ ہے۔

[بخاری:۳۳۵]

❀......امت مسلمہ کے لیے زمین کو مسجد اور پاکی کا ذریعہ بنایا گیا ہے۔[مسلم:۵۲۳]



حافظ عطاء السلام کی اہلیہ کے لیے

حضرت مولانا حافظ محمد یوسف صاحب گکھڑوی رحمہ اللہ کے بیٹے جناب حافظ عطاء السلام گوجراں والا کی اہلیہ محترمہ ان دنوں علیل ہیں۔احباب ان کی صحت کاملہ وعاجلہ کے لیے دعا فرمائیں۔

اللھم اشفھا شفاءً کاملاً عاجلاً. [محمد سلیم چنیوٹی]

دارالافتاء کا قیام

جامعۃ الفاروق الاسلامیہ رحیم یار خان میں رئیس الجامعہ حاجی محمد اصغر صاحب کی ذاتی خواہش اور دلچسپی کی وجہ سے عوام کو مسائل صحیح سے آگاہ کرنے کے لیے اور فتاویٰ جات کے لیے دارالافتاء کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔

دارالافتاء کی ذمہ داری فضیلۃ الشیخ مفتی عبدالرشید شورش صاحب فاضل مدینہ یونیورسٹی کو سونپی گئی ہے۔یقیناً جامعۃ الفاروق کی طرف سے دارالافتاء کا قیام علاقہ بھر کے لوگوں کے لیے مسائل دینیہ سے روشناس ہونے کا بہترین ذریعہ ہوگا۔مفتی عبدالرشید شورش صاحب روزانہ صبح ۹:۰۰ سے ۱۲:۰۰ بجے تک جامعہ میں موجود ہوا کریں گے، ان شاء اللہ۔

[شعبہ دعوت وتبلیغ جامعۃ الفاروق الاسلامیہ، رحیم یار خان]

(۱)......تیمّم کے احکام وضو کے احکام کی مثل ہیں۔

احادیث سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا استدلال وامتثال ❷

حضرت مولانا عبدالروف رحمانی، جھنڈانگریؒ (نیپال ہند)

(۳) جیش اسامہ کی روانگی میں حدیث نبوی سے فیصلہ:

نبی اکرم ﷺ کے انتقال فرمانے کے بعد عرب کے بعض مسلمان قبائل زکوٰۃ وغیرہ کے منکر ہوگئے اور کچھ منافقین مرتد ہوگئے۔ مسلمانوں نے یہ سمجھا کہ اب آنحضرت موجود نہیں ہیں مرکز کو زکوٰۃ بھیجنے کی کیا ضرورت ہے۔ کیوں کہ مرکزیت تو آپ کی ذات تک تھی اور منافقین نے سمجھا کہ اب وہاں داخلی انتشار ہوگا کسی طاقت کا اب کوئی خطرہ نہیں اس لیے اب کھل جانے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ بہرحال مدینہ کے باہر تو اسی قسم کے حالات تھے اور یہاں ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت اسامہ کو تیار فرمارہے تھے کہ وہ شام کی طرف لشکر کشی کریں۔ جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خواص نے عرض کی کہ عام ارتداد وانکار کے ایسے پرفتن موقع پر مرکز سے لشکر کو علیحدہ کرنا اور فوجی طاقت سے مرکز کو خالی کردینا قرین مصلحت نہیں ہے بلکہ اس وقت مرکز (مدینہ منورہ، دارالخلافہ) کو ہر طرح مضبوط رکھنے کی ضرورت ہے۔ جب باہر کے حالات اور فتن ہموار وسازگار ہوجائیں اس کے بعد اسامہ کے لشکر کی روانگی عمل میں لائی جائے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ زمانہ کے تقاضوں اور ماحول کے پرفتن دباؤ کے باوجود یہ اسامہ کا لشکر ضرور روانہ ہوگا۔ کیوں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: اَنْفِذُوْا جَیْشَ اُسَامَۃَ۔

''کہ اسامہ کی قیادت میں لشکر روانہ کردینا۔'' تو میں اسی ہدایت کے مقابلہ میں ہر مصلحت کو بالائے طاق رکھ کر اس لشکر کو ضرور روانہ کروں گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پرجوش لہجہ میں فرمایا: خدائے واحد کی قسم! اگر مجھے یہ یقین ہوجائے کہ مجھ کو اس لشکر کے روانہ کردینے سے (اور بظاہر مرکز کے کمزور ہوجانے سے) درندے آکر پھاڑ کر کھالیں گے تو بھی امر نبوی معلوم ہوتے ہوئے لشکر کی روانگی کے ارادہ سے میں ذرا ہٹ نہیں سکتا۔ آخر میں فرمایا:

اِنَّـمَا اَنَا مُنفِذٌ لِاَمْرٍ اَمَرَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ [منتخب كنز العمال، ج:٤، ص:١٨٤]

''کہ میں کچھ اپنا حکم نہیں نافذ کررہا بلکہ صرف آنحضرت ﷺ کا حکم نافذ کررہا ہوں۔''

دیکھئے بظاہر بگڑے ہوئے ماحول کا تقاضا تھا کہ لشکر اسلام مدینہ میں مرکز کی مضبوطی وتحفظ کے لیے موجود رہے۔ زمانہ کے تیور صحابہ کرام کی بامصلحت گزارشات ایک طرف تھیں۔ مگر اس وقت کے ''مرکز ملت'' نے ذرا بھی حدیث نبوی میں ردّ وبدل نہیں کیا اور لچک تک نہ آنے دی۔ اور ''امر نبوی'' ارشادِ رسولِ اکرم ﷺ کو زمانہ کے علی الرغم نافذ فرمایا اور الحمد للہ اس لشکر کشی کا اس قدر عمدہ اثر ہوا کہ فتنہ ارتداد مرکز کو مضبوط سمجھنے پر مجبور ہوا کہ اگر اندر داخلی انتشار اور لامرکزیت ہوتی تو باہر لشکر کشی کیوں ہوپاتی۔ اس لیے یہ فتنہ خود بخود دبتا چلا گیا۔

یہاں اس واقعہ کے سامنے آجانے سے صاف واضح ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کسی ظاہری مصلحت اور کسی ظاہر بینی سے فرمانِ رسول کو مؤخر نہیں فرماتے تھے اور زمانہ کے تقاضا سے حکم نبوی میں ذرہ برابر دل بدل نہیں فرماتے تھے۔

(۴) لوگوں کے وعدہ کا حدیث نبوی کے مطابق وفا کرنا:

نبی اکرم ﷺ کے ارتحال پرملال کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے

اعلان فرمایا کہ جس شخص کا کوئی قرض حضور ﷺ کے ذمہ ہو یا جس سے حضور ﷺ نے کچھ وعدہ فرمایا ہو وہ میرے پاس آ کر وصول کرے۔ یہ وہ موقعہ تھا کہ بحرین سے مال وزر دارالخلافہ میں پہنچا ہوا تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس اعلان کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر ''بحرین'' کا مال آ گیا تو میں تم کو دونوں لپ بھر بھر کر دوں گا اور آنحضرت ﷺ نے تین بار لپ بھر بھر کر دینے کا ارادہ ظاہر فرمایا تھا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تم کو حسب ارشاد نبوی تین بار دونوں لپ بھر بھر کر دوں گا۔ چناں چہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو حسب وعدہ نبوی عطا فرما دیا۔ حضرت جابر کہتے ہیں میں نے گھر پہنچ کر ان کا شمار کیا:

فَكَانَتْ اَلْفًا وَخَمْسَ مِائَةٍ ۔

[مسند امام احمد، ج:۳، ص:۳۰۸، ۳۱۰]

''تو وہ ڈیڑھ ہزار درہم تھے۔''

صحابہ کرام اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی محبت منہ دیکھے کی نہ تھی بلکہ نبی اکرم ﷺ کے بعد بھی آپ کے ارشادات پر سختی اور مضبوطی سے عمل پیرا تھے کسی نے کیا خوب لکھا ہے:

یوں تو منہ دیکھے کی ہوتی ہے محبت سب کو
جب میں جانوں کہ مرے بعد میری یاد رہے

بظاہر زمانہ کا تقاضا تھا کہ مرکز کو خوب مضبوط کیا جائے۔ روپیہ پیسہ دفاعی وفوجی طاقتوں پر صرف کیا جائے اور روپیہ ادھر ادھر کے وعدوں پر نہ صرف ہو نہ ایسے اعلانات نکالے جائیں مگر وہ تھے صحابہ کرام جو زمانہ سازی اور زمانہ کے تقاضوں کے مطابق ادل بدل کے قائل نہ تھے وہ صرف اس کے قائل تھے کہ چاہے کچھ ہو لیکن سر مو ارشادِ رسول ﷺ اور آپ کے منشاء سے انحراف نہ ہو، بقول غالب ؎

موجِ خوں سر سے گزر ہی کیوں جائے
آستانِ یار سے اٹھ جائیں کیا؟

(۵) حدیث نبوی کے مطابق وظیفہ کا اجراء:

رسولِ اکرم ﷺ کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ ایک شخص کا غلام اپنے مولیٰ کی باندی سے زنا کا مرتکب ہوگیا۔ اس کے مالک نے دیکھ لیا اور غصہ میں غلام کی ناک کاٹ لی۔ غلام نے اپنے مولیٰ کی اس حرکت پر نالش (شکایت) کردی۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کے مالک کو بلا کر قصہ معلوم کیا اور اس کے بعد آپ نے اس کے غلام کو آزاد کردیا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ اب میرا خبر گیر کون ہوگا؟ آنحضرت ﷺ نے اس کو اپنی ولایت میں لیا اور اس کے خبر گیر ہونے کا ذمہ لیا۔ جب آپ کا انتقال ہوگیا تو یہ شخص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کو دیکھتے ہی فرمایا: ہاں، مجھے اپنے نبی اکرم ﷺ کی وصیت اور ہدایت یاد ہے:

نُجْرِیْ عَلَیْكَ النَّفَقَةَ وَعَلٰی عَیَالِكَ ۔

یعنی ''تمہارے لیے اور تمہارے بال بچوں کے لیے بھی ہم وظیفہ جاری کر رہے ہیں۔''

وظیفہ جاری ہوگیا اور وہ آرام سے زندگی بسر کرتا رہا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت آیا تو یہ شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھی آیا۔ فاروق اعظم نے بھی فرمایا: ہاں، ہمیں بھی رسول اللہ ﷺ کی وصیت یاد ہے۔ اب تم کیا چاہتے ہو اور کہاں رہنا چاہتے ہو؟ اس نے جواب دیا مصر میں رہنے کا خیال ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مصر کے عامل (گورنر) کے نام حکم نامہ جاری کردیا کہ اسے کوئی قطعہ اراضی بطورِ جاگیر دے دو کہ اس کا گزر بسر ہو۔ الفاظ یہ ہیں:

فَكَتَبَ عُمَرُ اِلٰی صَاحِبِ مِصْرَ اَنْ یُّعْطِیَهٗ اَرْضًا یَّاْكُلُهَا ۔ [مسند امام احمد، ج:۲، ص:۱۸۲]

اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ خلفائے راشدین کس اہتمام اور کس احترام سے نبی اکرم ﷺ کے ارشادات پر عمل فرمایا کرتے تھے۔ آج کل تو مالی وظائف کے تقرر میں اربابِ حکومت عموماً کرید وگریز کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ مگر وہاں کسی قسم کی تنقیش وتفتیش یا ردّ وکد نہ کیا گیا بلکہ صورت دیکھتے ہیں حکم نبوی یاد آتا ہے اور وظیفہ کا اجراء

اس کے حسب منشا کرایا جاتا ہے۔ (رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ)

(۶) کسی سے سوال نہ کرنا حدیث نبوی پر عمل:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اپنا کام خود ہی کرلو۔ کسی چیز کے لا دینے یا اٹھا دینے کا سوال نہ کرو اس کا اثر دیکھئے۔

خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دورِ خلافت میں سریر آراء خلافت بھی جب کبھی اونٹنی پر سوار ہو کر نکلتے اور اس کی نکیل گاہے آپ کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر جاتی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کسی سے یہ نہ فرماتے کہ بھائی ذرا نکیل میرے ہاتھ میں پکڑا دو۔ بلکہ اونٹنی کو بٹھاتے اور اتر کر خود ہی نکیل کو اٹھاتے۔ رفقاء اور آپ کے متعلقین اس حالت کو دیکھ کر کہتے کہ آپ ہمیں فرما دیتے تو ہم خود اٹھا دیتے۔ اتنی ذرا سی بات کے لیے آپ نے اس قدر زحمت کیوں اٹھائی، فرمایا:

ان حبیبی رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم امرنی اَنْ لَا اَسْأَلَ النَّاسَ شَیْئًا۔ [مسند امام احمد، ج:۱، ص:۱۱]

''کہ میرے محبوب رسول اکرم ﷺ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں کسی سے کچھ سوال نہ کروں۔''

اس سے معلوم ہوا کہ خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ارشادات رسالت مآب کا کس قدر پاس واحترام تھا وہ زمانہ کے اس تقاضا کو کیا وزن دے سکتے ہیں کہ مرکز ملت کی حیثیت سے میرا وقت بہت قیمتی ہے۔ اونٹ کو بٹھانے پھر اتر کر اٹھانے میں کیوں وقت عزیز ضائع کروں اور کیوں آناً فاناً کسی سے اٹھوا نہ لوں۔ کیوں کہ وہ تو حرف بحرف اتباع کو موجب فلاح دارین سمجھتے تھے۔

(۷) غلام کا آزاد کردینا اشارہ نبویہ پر عمل:

ایک بار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے غلام پر کسی کام کے بگڑ جانے کی وجہ سے کچھ ڈانٹ ڈپٹ کر رہے تھے۔ آنحضرت ﷺ اتفاقاً اسی وقت تشریف لے آئے۔ فرمایا ایک صدیق کے لیے ایسی بات کب موزوں ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس غلام کو تو آزاد کردیا اور آنحضرت ﷺ سے اپنے اس کفارہ کا تذکرہ فرمایا اور یہ بھی کہا لَا اَعُوْدُ کہ اب آئندہ ایسا نہ کروں گا۔ [ادب المفرد للبخاری، ص:۴۸]

اس واقعہ سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی کمال اطاعت اور ارشاداتِ رسالت مآب اور ارشاداتِ نبوت کی اتباع کا حال خوب واضح ہوجاتا ہے۔ ان کی اطاعتوں پر آسمان وزمین نثار ہے۔

قرنہا زمزمہ پرداز جہاں خواہد بود
زیں نواہا کہ دریں گنبد گرداں زدہ اند

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ:

منکرین حدیث احادیث نبویہ کی کوئی قدر و قیمت نہیں سمجھتے اور یہ کہتے ہیں کہ ہر زمانہ کا ''مرکز ملت'' یعنی خلیفہ وقت یا امام وقت زمانہ کے مقتضیات و ماحول کے مطابق سنن نبویہ میں تبدیلی کرسکتا ہے اور ضرورت پڑے تو سنن نبویہ کو چھوڑ سکتا ہے۔ اس نظریے پر مفصل تنقید کرتے ہوئے ہم گزشتہ سطور میں ثابت کرچکے ہیں کہ خلفائے راشدین میں سے پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سنن نبویہ کے طالب و عاشق تھے اور بلاکم وکاست اس پر عمل کرتے تھے۔ یہاں فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ان واقعات کا ذکر ہوگا جن سے ان کا احادیث نبویہ سے استدلال و امتثال اور انتظامِ سلطنت ثابت ہوتا ہے۔

① ...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مقدمہ آیا جس میں ایک لڑکے کے قتل میں خود اس کا باپ ماخوذ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ باپ کی اس سنگ دلی سے تلملا اٹھے اور چاہا کہ اس کو قصاص میں قتل کردیں۔ لیکن حدیث نبوی یاد آتی ہے۔ «لَا یُقَادُ الْوَالِدُ مِنْ وَلَدِهٖ»

یعنی ''والد سے اولاد کا بدلہ نہ لیا جائے۔'' اس لیے اس کو قتل نہیں فرمایا۔ چناں چہ آپ نے اتباع وامتثال کے جذبہ سے فرمایا کہ اگر میں نے یہ حدیث نہ سنی ہوتی تو میں آج تم کو ضرور قتل کردیتا۔

[مسند احمد جلد اول، ص:۱۶]

تاہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سیاسۃً بطور جرمانہ اس سے دیت دلوا دی۔ [بیہقی، ج:۸، ص:۳۸]

② ...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بار حجر اسود کو دیکھا تو چومنے

سے پہلے اپنے جذبہ اتباع کا اس طرح اظہار فرمایا:

"لو لا أني رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقبّلك ما قبّلتك ۔"

یعنی "اگر میں نے نبی اکرم ﷺ کو بوسہ لیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی تیرا بوسہ نہ لیتا۔"

راوی کا بیان ہے "ثم قبله" یعنی پھر اس کا بوسہ لیا۔

[مسند احمد، ص:۱۷، جلد اوّل، طبع اوّل وص:۱۹۷، جلد اوّل، طبع معارف]

اس روایت سے معلوم ہوا کہ سنن نبویہ میں سے ہر سنت پر عمل کا کتنا اہتمام تھا۔ اور اتباع سنت کا کس قدر طاقت ور جذبہ تھا کہ نظر وفکر پر کچھ گرانی محسوس کرنے کے باوجود اتباع سنن میں ہرگز فرق نہ آنے دیا۔

③...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اتباع سنت وامتثال احکام کا حال اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب سے میں نے نبی اکرم ﷺ سے سنا ہے کہ آباواجداد کی قسم کھانی ممنوع ہے تب سے میں نے نہ از خود ایسی قسم کھائی ہے نہ کسی کی قسم کو نقل کیا۔

[مسند احمد، جلد اوّل، ص:۱۸، طبع اوّل]

دیکھئے کہ خلفائے راشدین ہلکی سے ہلکی جزئی اور معمولی سے معمولی بات کے مطابق بھی زندگی گزارنے کا اہتمام رکھتے تھے اس کے خلاف وہ تصور ہی نہیں کر سکتے۔

④...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب مارنے والے نے ایسا زخمی کر دیا کہ آپ اس کے صدمات سے جانبر نہ ہو سکے۔ علاج کے سلسلہ میں کئی طبیب آئے آخری جو طبیب آئے انہوں نے حالات کے اندازہ اور دواؤں کی عدم افادیت کے تجربے سے کہا کہ آپ کو جو کچھ وصیت کرنا ہو کر کرا لیجیے، اب وقت آخر معلوم ہوتا ہے۔ گھر والے یہ مایوسی کی بات سن کر رونے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو بے ہوش پڑے ہوئے تھے حدیث کے خلاف رونا دھونا دیکھ کر فرمانے لگے:

"لا تبكوا علينا من كان باكيا فليخرج ۔"

[مسند احمد، جلد اوّل، ص:۴۲]

"یعنی میرے لیے گریہ وزاری نہ کی جائے البتہ جسے اپنے جذبات پر قابو نہ ہو وہ میرے پاس سے باہر نکل جائے۔"

اللہ اللہ! ان عاشقانِ حدیث کو مرتے مرتے بھی احادیث نبویہ کا خیال تھا اور اس پر عمل درآمد کرنے کا ہمہ گیر ہمہ وقتی لحاظ تھا۔

⑤...... حضرت حسن رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حج تمتع سے روکنا چاہا تو میرے والد (حضرت علی رضی اللہ عنہ) نے ان سے کہا کہ آپ کو ایسا کرنے کا حق نہیں ہے۔ کیوں کہ ہم نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ "حج تمتع" کیا ہے اور آپ نے منع نہیں فرمایا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اعلان عام کرنے کے خیال سے اعراض فرما لیا۔

اسی طرح ایک موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حیراء کے حُلّوں کے استعمال کو ناجائز ٹھہرانا چاہا کیوں کہ پیشاب سے رنگے جانے کا ان کو شبہ ہوا تھا۔ لیکن میرے والد (علی رضی اللہ عنہ) نے ان کو ٹوکا کہ آپ اس کے مجاز نہیں ہیں۔ حیراء کی چادر نبی اکرم ﷺ نے پہنی ہے اور ہم نے بھی آپ کے زمانہ میں استعمال کی ہے۔

[منتخب کنز العمال، جلد دوئم، ص:۳۳۶]

ان ہر دو واقعات سے معلوم ہوا کہ خلفائے راشدین ایک دوسرے کو سنت نبویہ ہی کے مطابق عمل پیرا ہونے کی تلقین وتبلیغ فرمایا کرتے تھے۔ نیز یہ معلوم ہوا کہ اپنی رائے کے خلاف حدیث نبوی معلوم ہو جانے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حدیث کے مطابق ہی عمل فرماتے۔ حدیث قولی، حدیث فعلی، حدیث تقریری کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے تھے۔ نیز معلوم ہوا کہ "مرکز ملت" اور "امام وقت" اپنی رائے کے مطابق احکام میں ذرا بھی تغیر روا نہ رکھتے تھے۔ بلکہ اپنی رائے کو واپس لے کر حکم نبوی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے تھے۔

⑥...... یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہودیوں کو ارضِ خیبر سے جلا وطن کر دیا تھا۔ یہ اخراج یہودیوں کی ایک بد باطنی، شرارتوں اور خفیہ سازشوں کے سبب عمل میں آیا تھا۔ اس موقعے پر خیبر کا ایک معزز یہودی آیا اور کہنے لگا کہ آپ ہم کو نکال رہے ہیں۔ حالاں کہ ہم کو خود محمد (ﷺ) نے یہاں رہنے دیا اور معاشی

گزران کے لیے ہم کو اراضی خیبر بٹائی کاشت کے لیے حوالہ فرمائی۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

أ ظننت أني نسيت قول رسول الله صلى الله عليه وسلم: «كيف بك إذا خرجت من أرض خيبر؟»

یعنی ''کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقولہ بھول گیا ہوں جس میں آپ نے خاص تم سے فرمایا تھا کہ تمہارا کیا حال ہوگا جب تم خیبر کی زمین سے نکال دیئے جاؤ گے؟''

اس نے کہا یہ ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ایک خوش مذاقانہ جملہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم سے مذاق کی کیا ضرورت تھی؟ وہ ایک حقیقت تھی جس کی تعبیر یہی جلاوطنی ہے۔

[منتخب کنز العمال، جلد دوئم، ص:۳۱۲]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہودیوں کے جلاوطن کرنے کا یہ اہم اقدام محض ایک ارشادِ نبوی کی روشنی میں کیا تھا جس میں سیاسی و دنیوی فوائد بھی حاصل ہوئے۔ پس جو لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک احادیث کی کوئی اہمیت نہیں تھی اس تاریخی انقلاب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے استدلال واحتجاج بالحدیث کو دیکھ کر ان کو اپنے نظریئے پر غور کرنا چاہیے۔

⑦...... خانہ کعبہ کی دیواروں میں تصویریں بنی ہوئی تھیں ایک موقعہ پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ انھیں مٹا دیں فَبَلَّ عمر ثوبًا ومَحَاهابهٖ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک کپڑے کو بھگویا اور رگڑ رگڑ کر تصویروں کا رنگ وروغن اڑا دیا۔ حتیٰ کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس میں داخل ہوئے تو تصویروں کا نام ونشان تک اس میں باقی نہ رہ گیا۔ [مسند احمد، جلد سوئم، ص:۳۹۷]

اس روایت کا ہمارے موضوع سے ایک جز کا تعلق ہے کہ وہ ارشاداتِ رسالت اور فرمانِ نبوت کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے اور احکام نبوی کی تعمیل وتکمیل کرتے۔

⑧...... ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمیم داری کو عصر کے بعد نماز پڑھتے دیکھا تو ان کو درے سے مارا۔ نماز پڑھ لینے کے بعد حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے پوچھا! لِمَ ضَرَبْتَنِيْ؟ ''آپ نے مجھے کس قصور پر مارا؟'' فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ پس اس کی خلاف ورزی اور عصر کے بعد نماز پڑھنے کے سبب تم کو میں نے مارا ہے۔

[منتخب کنز العمال، جلد سوم، ص:۱۷۲]

اس روایت سے معلوم ہوا کہ فاروقِ اعظم سنن نبویہ کی اتباع خود بھی کرتے تھے اور دوسروں سے بھی ان کی اتباع کراتے۔

⑨...... ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی کے دروازہ پر بیٹھے اور دروازہ پر ہی بیٹھ کر گوشت کھایا اور اس کے بعد تازہ وضو کیے بغیر نماز ادا کی، نماز ختم کرنے کے بعد فرمایا:

قَعَدْتُ مَقْعَدَ رسول الله صلى الله عليه وسلم
وَاَكَلْتُ طَعَامَ رسول الله صلى الله عليه وسلم
وَصَلَّيْتُ صَلَاةَ رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

[منتخب كنز العمال، جلد سوم، ص:٤٤٥]

یعنی ''میں نے اس طرزِ عمل میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا ہے کہ جہاں آپ بیٹھے تھے وہیں میں بیٹھا اور وہاں بیٹھ کر جو کھانا آپ نے کھایا تھا وہی میں نے بھی کھایا اور پھر بلا جدید وضو کے جس طرح آپ نے نماز پڑھی تھی اسی طرح میں نے بھی نماز پڑھی۔''

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر چھوٹے بڑے جزئیہ اور ہر معاملہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت اور مطابقت کی بڑی خواہش رکھتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی قدم بہ قدم مشابہت ومماثلت کا سچا وحقیقی جذبہ آج نایاب ہے ۔

تابع حق دیدنش نادیدنش
خوردنش نوشیدنش خوابیدنش

⑩...... رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ جو تم کھاتے ہو وہی کھانا اپنے غلاموں کو بھی کھلاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اس پر عمل تھا۔ چناں چہ جب فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کی دعوت میں

تشریف لے گئے تو غلام کے ساتھ ہم نوالہ ہم پیالہ ہوکر کھانا کھایا۔اس کے علاوہ دوسرے موقعوں پر بھی جب غلاموں کے ساتھ جاتے تو (ان کے ساتھ) ایک ہی کھانا ایک دستر خوان پر کھاتے۔

[ادب المفرد،ص:۳۱]

⑪......حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک شخص کا نام محمد تھا اور ایک شخص اس کو گالی میں برا بھلا کہہ رہا تھا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محمد نام والے آدمی سے کہا کہ تمہارے اس نام سے گالی گلوچ کے موقعے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی کے ساتھ سوءِ ادب کا مظاہرہ ہوجاتا ہے اس لیے اب آئندہ سے تمہارا نام محمد نہیں رہے گا،فرمایا:

وَاللّٰهِ لَا تُدْعٰى مُحَمّداً مَا دُمْتَ حَيًّا ۔

''اللہ کی قسم! تجھے محمد کے نام سے نہیں پکارا جائے گا جب تک تو زندہ رہے گا۔''

اس نے جواب دیا! میں امیر المومنین سے قسمیہ عرض کرتا ہوں کہ میرا نام محمد خود آنحضرت ؐ کا مقرر کیا ہوا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لا سبيل الى الشيء سماه محمد صلى الله عليه وسلم ۔ [مسند احمد، جلد چهارم، ص:۲۱۶]

یعنی ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ نام کے بدلنے کی مجھے مجال نہیں ہے۔''

ذرا اس انداز کو دیکھئے کہ یا تو بڑے شد و مد سے فرما رہے تھے کہ تمہارا نام بدلا جائے گا اور یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقرر کردہ نام معلوم ہونے پر سر تسلیم خم کر دیا اور مجالِ دم زدن اپنے لیے کچھ بھی باقی نہ سمجھا۔

⑫......حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کسی ذریعہ سے یہ اطلاع پہنچی کہ حضرت زید بن ثابت یہ فتوے دے رہے ہیں کہ جماع کے بعد اگر انزال نہ ہو تو غسل نہیں ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو طلب کیا اور سختی سے فرمایا:

قد بلغت ان تفتى الناس فى مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم برايك ۔

''کہ تم مسجد نبوی میں اپنی رائے سے فتوے دینے لگے ہو۔''

انہوں نے فرمایا: حدیث الماء من الماءِ کے مطابق یہ فتویٰ میں نے دیا تھا۔حضرت عمر نے حضرت علی اور حضرت معاذ بن جبل اور حضرت عائشہ کے سامنے یہ واقعہ تحقیق مسئلہ کے لیے پیش کیا۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اذا جاوز الختان الختان فقد وجب الغسل اور یہی بات حضرت علی اور حضرت معاذ بن جبل نے بھی کہی۔ غرض جب مسئلہ محقق ہو چکا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر اس حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کسی فتوے پر عمل کیا گیا یا اس کے خلاف کوئی فتویٰ نافذ کیا گیا تو میں ایسے لوگوں کو سخت سزائیں دوں گا۔

[مسند احمد، جلد پنجم،ص:۱۱۵]

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ ''مرکز ملت'' یا ''خلیفہ وقت'' احادیث کی اہمیت واقدمیت کو سب کے دلوں میں اور سب کی زندگیوں میں نافذ اور رائج دیکھنا چاہتے تھے۔

⑬......حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام کے سفر پر جب تشریف لے گئے تھے تو ایک زمیندار دہقان نے آپ کی دعوت کرنی چاہی اور یہ کہا کہ میں آپ کے لیے کھانا تیار کرا چکا ہوں آپ اپنے ساتھ تمام شرفاء اور افسران وحکام کو لے کر میرے غریب خانہ پر کھانا تناول فرمالیں چوں کہ داعی کا مکان گرجوں کے ماحول میں تھا اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم ایسے گرجا گھروں کے احاطہ میں جانے کی طاقت نہیں رکھتے جس میں طرح طرح کے جانداروں کی تصویریں آویزاں ہوں۔

[ادب المفرد للبخاری،ص:۱۸۳]

زمانہ خلافت کا ہے،فتوحات کی وسعت وکثرت ہے، جدید تمدن کی چیزوں کی ریل پیل ہے، شاہانِ فارس وروم قیصر وکسریٰ کے سامانوں کی بہتات ہے مگر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے قلب پاک کی سادگی وہی قائم ہے۔ چناں چہ آپ ایسے گھر میں دعوت بھی قبول نہیں فرماتے جہاں تصویروں پر نظر پڑنے کا امکان ہو۔حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کا یہ بے پناہ جذبہ آج اس دنیا میں کہاں ڈھونڈیں۔آج دنیا کا گوشہ گوشہ تصویر پسندوں سے پر ہے۔ والى الله المشتكى

⑭...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ آپ کے ایک صاحبزادے نے اپنے مکان کی دیواروں پر تزین و آرائش کے لیے کپڑوں کا چک چڑھا رکھا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر یہ بات ثابت ہوگئی تو میں صرف پردوں ہی کو نہیں بلکہ اس گھر تک کو جلا دوں گا۔ [منتخب کنز العمال، ج:۶،ص:۲۳۰]

اس واقعہ سے اسراف وتبذیر ونمود ونمائش سے روکنے والی احادیث نبویہ کے تقاضا پر نیز نھی عن المنکر کی حدیث پر عمل کرنے کا اہتمام ظاہر ہوا۔

⑮...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک جوان کو دیکھا کہ وہ اپنے تہ بند کو ٹخنے سے نیچے لٹکائے ہوئے ہے تو اس کو آواز دی اور کہا کیا تجھے حیض آتا ہے اس نے جواب دیا۔ امیر المومنین مرد کو حیض سے کیا واسطہ، فرمایا: تو پھر کیا معاملہ ہے کہ اپنے قدموں تک تو نے تہ بند کو حائضہ عورتوں کی طرح لٹکا رکھا ہے یہ کہہ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک چھرا منگوایا اور ٹخنہ کے نیچے لٹکنے والے حصوں کو کاٹ دیا۔

[ایضاً،ص:۲۰۳]

دیکھئے یہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسبل ازار والی حدیث پر عمل فرمایا، اور حدیث میں من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ کے تقاضا کو پورا کیا جو اہل اقتدار کے لیے شرعاً لازم ہے۔

⑯...... ایک بار حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے ابو مسلم کو ریشمی قمیض پہنے ہوئے دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حدیث نبوی کی بنا پر ٹوکا۔ [منتخب کنز العمال، ج:۶،ص:۲۰۶]

⑰...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک بار اطلاع ملی کہ قبیلہ ثقیف کے فلاں آدمی کے گھر میں شراب کی ایک بڑی مقدار موجود ہے۔ حضرت عمر نے بنفس نفیس تحقیقات فرمائیں تو آپ نے کافی شراب وہاں سے برآمد کی اور اس کے بعد اس کے گھر کو جلانے کا حکم دے دیا۔

[کتاب الاموال،ص:۹۶]

مؤرخ اہل حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی

تحریر: محمد انور محمد قاسم سلفی

مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ اب بلا مبالغہ یادگارِ سلف ہیں ہفت روزہ الاعتصام اور اس کے بانی رحمہ اللہ سے ان کا تعلق اس قدر گہرا اور مضبوط ہے کہ ان کی زندگی کا کوئی پہلو ان کے ذکر کے بغیر تشنہ رہتا ہے۔ ان کے استاذِ گرامی رحمہ اللہ نے دارالدعوۃ السلفیہ کی تشکیل کے پہلے دن ہی سے ان کو اس کی مجلس عاملہ کا رکن نامزد کر دیا تھا۔

مولانا رحمہ اللہ کی وفات کے بعد محترم مولانا بھٹی حفظہ اللہ کی الاعتصام اور اس کے کارکنان کے لیے محبت وشفقت باقی رہی بلکہ بے پایاں ہوگئی۔ بفضلہ تعالیٰ وہ اب تک ہفتہ دو ہفتہ میں دفتر الاعتصام تشریف لاتے، راہ نمائی کرتے اور ہماری سرپرستی فرما رہے ہیں۔ جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء

کچھ عرصہ سے مولانا کا رہوارِ قلم تذکرہ اور سوانح کی شاہراہ پر رواں دواں ہے جس سے اہل حدیث ...... خصوصاً...... اور غیر اہل حدیث علماء واعیان پر ان کی تالیفات منظر عام پر آ چکی ہیں جس سے ان کا تعارف ہر اردو پڑھنے والے حلقے تک پہنچ چکا ہے اور اہل علم وقلم ان کی معلومات، حافظے اور اندازِ نگارش سے محظوظ ہوتے ہیں، اور ان کے مداح ہیں۔

گزشتہ دنوں ہمارے ممدوح بھٹی صاحب عمرے کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے ہیں، واپسی پر کویت کے بعض احباب جماعت کی خصوصی دعوت پر کویت بھی تشریف لے گئے۔ وہاں مولانا بھٹی صاحب تقریباً دو ہفتہ مقیم رہے جہاں مختلف اصحابِ علم، اہل قلم اور بعض عالمی شخصیات سے ان کی ملاقاتیں بھی ہوئیں۔ کویتی احباب نے ان کے اعزاز میں کویت کے عظیم الشان ہال قرطبہ میں ایک خصوصی تقریب منعقد کی، جس میں ان کی غیر معمولی پذیرائی کرتے ہوئے ان کو "مؤرخ اہل حدیث" شیلڈ بھی دی۔ اس تقریب میں ان کے لیے جو تعارف پڑھا گیا وہ ہم بصد خوشی ومسرت ان صفحات میں پیش کر رہے ہیں۔ یہ تعارف ایک ہندوستانی فاضل نوجوان مولانا محمد انور سلفی نے عقیدت ومحبت میں ڈوب کر تحریر کیا ہے۔ [احمد شاکر]

دورِ حاضر میں اگر تاریخ نویسی اور خاکہ نگاری کے متعلق بات کی جائے تو یہ ناممکن ہے کہ اس تعلق سے محترم مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ کا تذکرہ نہ ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ بھٹی صاحب نے اپنی شگفتہ تحریر اور جادو بیانی سے اس فن کو تازگی اور اس فکر کو بالیدگی عطا فرمائی ہے۔ بلا مبالغہ یہ کہا جا سکتا ہے سارے برصغیر ہندو پاک میں گرچہ کہ خاکہ نگار بے شمار ہیں، لیکن مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب کی بات ہی کچھ اور ہے:

ہیں دنیا میں اور بھی سخنور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالبؔ کا ہے انداز بیاں اور

مولانا محمد اسحاق بھٹی وہ کہنہ مشق صحافی، مؤرخ، عالم دین، تجزیہ نگار اور خاکہ نگار ہیں، جو تقریباً ساٹھ سال سے اپنے رشحاتِ قلم کی عطر بیزی سے ایک دنیا کے طالبان علومِ دینیہ و وارثان علوم نبوت اور محبان اسلامی صحافت کی مشام روح کو معطر کیے ہوئے ہیں، گویا:

عمر گزری ہے اس دشت کی سیاحی میں

میرے لیے یہ بات باعث سعادت ہے کہ میں اس عظیم مؤرخ، مصنف اور خاکہ نگار کا تعارف قارئین کی خدمت میں پیش کروں، جس نے اپنی زندگی کے ساٹھ سال لوح وقلم کی خدمت میں لگا دیے، اور اس عرصے میں کم وبیش پچاس ہزار سے زائد صفحات تحریر کیے، جسے اگر ایک ساتھ جمع کیا جائے تو کم از کم سو ضخیم جلدیں بنیں گی، اور جن کی علمی خدمات پر طلباء نے ایم اے اور پی، ایچ، ڈی کے مقالے لکھے اور برصغیر پاک وہند کے بے شمار مجلّات ورسائل میں شائع ہونے والی جن کی تحریریں ساری دنیا کے چپے چپے میں پہنچ رہی ہیں، گویا:

کچھ قمریوں کو یاد ہے، کچھ بلبلوں کو حفظ
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

اور جن کا قلم سیال ۸۳ سال کی اس عمر میں بھی مضامین نو کے انبار لگا رہا ہے:

لگا رہا ہوں مضامین نو کے انبار
خبر کرو میرے خرمن کے خوشہ چینوں کو

اور جو اس عمر میں بھی صحافت کی آبرو بنے ہوئے ہیں، اور اس بڑھاپے میں بھی جن کی یادداشت عہد رفتہ کو بس ایک آواز دے کر بلا لیتی ہے، گویا:

نظر میں عہد رفتہ ہے اب بھی حال کی طرح
سلف کا شیوہ سامنے ہے ایک مثال کی طرح

آیئے اس پر بہار شخصیت سے قارئین کی آدھی ملاقات کرادوں۔

نام ونسب اور ولادت:

مولانا محمد اسحاق بھٹی بن عبدالمجید بن محمد بن دوست محمد بن منصور بن خزانہ بن جیوا، آپ کے جد امجد جیوا، مہاراجا پٹیالہ کے درباری تھے۔ میاں جیوا کی آل واولاد طلب روزگار کے لیے پنجاب کے مختلف قصبوں اور دیہاتوں میں چلی گئی، جن میں سے اکثر تقسیم ملک سے پہلے کوٹ کپورہ (ریاست فرید کوٹ) مشرقی پنجاب میں آباد ہوگئے۔ مولانا ممدوح کی پیدائش یہیں ۱۵/ مارچ ۱۹۲۵ء کو ہوئی۔ پانچ سال کی عمر میں دادا مرحوم سے قرآنِ مجید ناظرہ پڑھا اور اردو لکھنا پڑھنا شروع کیا، اور ساتھ ہی سرکاری سکول میں پہلی جماعت میں داخلہ لیا اور یہیں چوتھی جماعت تک پڑھ کر پرائمری پاس کی۔

تعلیم وتربیت:

طبیعت چوں کہ علوم دینیہ کی طرف مائل تھی، اس لیے اس وقت کے جید عالم دین، شارح سنن نسائی، اور دارالدعوۃ السلفیہ اور ہفت روزہ الاعتصام کے بانی حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف محدث بھوجیانی رحمہ اللہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا، جو موضع بھوجیاں، تحصیل ترن تارن، ضلع امرتسر کے رہنے والے تھے، اور جو اس وقت خطابت وتدریس کے لیے "کوٹ کپورہ" کی انجمن اصلاح المسلمین کی دعوت پر تشریف لائے تھے۔ بھٹی صاحب نے مولانا مرحوم سے نحو، صرف، بلاغت عروض، منطق وفلسفہ، بیان ومعانی، فقہ واصولِ فقہ، حدیث وتفسیر کی ساری کتابیں جو اس زمانے میں درس نظامی میں شامل تھیں، ۱۹۳۳ء سے ۱۹۳۹ء کے عرصے میں پڑھیں۔ پھر ۱۹۴۰ء سے ۱۹۴۱ء تک شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ اور حضرت العلام شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کی خدمت میں گوجراں والا میں رہ کر کسب فیض کیا۔ مشہور مجاہد آزادی، دینی، علمی اور سیاسی لیڈر حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی اور صاحب تصانیف کثیرہ، متکلم زماں حضرت مولانا محمد حنیف ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی فیض صحبت وتربیت نے آپ کی علمی وفکری زندگی کو جلا بخشی۔ اپنے ان مشفق مربیان کرام کے متعلق مولانا خود رقم طراز ہیں:

"میری تربیت جن علمائے کرام میں ہوئی ہے وہ نہایت اونچی شخصیتیں تھیں، اور وہ بے حد معتدل مزاج تھے، اور اپنی بات مثبت انداز میں کرتے تھے، منفی نقطہ نظر سے کوسوں دور تھے، ان میں سے کسی نے بھی کفر وشرک، الحاد وبے دینی کے فتوے جاری نہیں کیے، وہ لوگوں کو مسلمان بنانے کے خواہاں تھے، اور اسی کے لیے کوشاں رہتے تھے۔ ان میں سے کسی نے نہ الحاد کی دوکان لگائی، نہ یہ کفر کی تقسیم کے لیے کوشاں ہوئے، نہ لوگوں کو مشرک بنانے کا دھندہ کیا، نہ کسی کو جنت سے نکالنے اور جہنم میں داخل کرنے کی کوشش کی۔"

جہاد آزادی اور قید وبند:

مولانا نے جن حالات میں ہوش سنبھالا، وہ برطانوی استعمار کے زوال اور صبح آزادی کے طلوع ہونے کا زمانہ تھا۔ انگریز اس خطے پر اپنے ناپاک قبضے کو دوام بخشنے کے لیے سارے گر اور ہتھکنڈے استعمال کر رہے تھے اور آزادی کے پروانے بھی حصولِ آزادی کے لیے سر پر کفن باندھ چکے تھے۔ وہ دور جس میں مولانا آزاد کے "الہلال"، "البلاغ"، مولانا محمد علی جوہر کے "ہمدرد" اور "کامریڈ" علامہ اقبال کے فلسفۂ خودی، مولانا ظفر علی خان ظفر کے "زمیندار" اور تحریک خلافت، تحریک عدم تعاون اور تحریک "ہندوستان چھوڑ دو" جیسی تحریکوں نے ہر اس شخص کو جس کے دل میں وطن عزیز کے لیے

تھوڑا سا بھی جذبۂ قربانی تھا، سرفروشی کی تمنا لے کر سڑکوں پر کھینچ لایا تھا، اور عالم یہ تھا کہ تاجروں نے تجارت چھوڑ دی، کسانوں نے ہل، علماء نے مدارس اور ملازمین نے اپنی سرکاری ملازمتوں کو چھوڑ کر ساری قوم استعمار کے آگے سینہ سپر ہوگئی تھی۔ بھلا ایسے حالات میں مولانا بھٹی تحریک آزادیٔ وطن سے اپنا دامن کیسے بچا سکتے تھے۔

آپ نے استخلاص وطن کے لیے اپنی ریاست کی ''پرجامنڈل'' میں شمولیت اختیار کرلی ...... جس کے صدر اس زمانے میں گیانی ذیل سنگھ جی تھے، جو بعد میں مشرقی پنجاب کے وزیر اعلی، پھر مرکزی حکومت میں وزیر داخلہ اور پھر ۱۹۸۲ء سے لے کر ۲۴۔ جولائی ۱۹۸۷ء کے درمیانی وقفے میں ہندوستان کے صدر جمہوریہ بنے ...... اور اس کے سکریٹری ہمارے ممدوح مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب تھے، اس ''پرجامنڈل'' کو آزادی کی صبح تک کن کن مصائب سے دوچار ہونا پڑا، اور کس مدو جزر سے گزرنا پڑا مولانا نے اس کی تفصیل اپنی کتاب ''نقوش عظمت رفتہ'' میں اپنے بچپن کے دوست اور تحریک آزادی کے ہم سفر گیانی ذیل سنگھ کے تذکرے میں اس خوب صورتی سے بیان کی ہے کہ اس دور کی مشرقی پنجاب کی ساری جدوجہد آزادی کا حسین مرقع آنکھوں میں پھر جاتا ہے، لکھتے ہیں:

''دوسری جنگ عظیم کے بعد ۱۹۴۵ء کے آخر میں پنجاب کی ریاستوں میں پھر تحریک آزادی شروع ہوگئی، یہ تحریک بہت زوردار تھی اور ۱۹۴۶ء میں اس نے شدت اختیار کرلی تھی۔ ہماری ریاست بھی اس تحریک کی زد میں آچکی تھی، ریاست میں دفعہ ۱۴۴ نافذ تھی اور جلسے جلوس کی قطعی ممانعت۔ ان حالات میں طے کیا گیا کہ دفعہ ۱۴۴ توڑی جائے، سول نافرمانی شروع کردی جائے، اور پانچ پانچ آدمی گرفتاریاں پیش کریں، اس کے لیے پہلے تو ہم لوگ فیروز پور گئے، وہاں گوکھلے ہال میں سائبان نصب کیے اور ڈیرہ لگالیا، پھر فرید کوٹ شہر کے ریلوے سٹیشن کو مرکز بنایا گیا جو انگریزی علاقہ ہونے کی وجہ سے ریاستی حکومت کی دسترس سے باہر تھا۔ جون کا مہینہ گرمی کی شدت سے تپ رہا تھا کہ دن کے گیارہ بجے پانچ آدمیوں کا پہلا جتھا نعرے لگاتا ہوا آیا اور ریلوے لائن عبور کرکے ریاست کی حد میں داخل ہوگیا، اس جتھے میں دو مسلمان، میں (محمد اسحاق بھٹی) اور قاضی عبید اللہ (جن سے فرید کوٹ جیل میں گیانی ذیل سنگھ نے اردو اور قرآن پڑھنا سیکھا تھا) دو سکھ بھائی دیال سنگھ اور لہنا سنگھ اور ایک ہندو چیتن دیو شامل تھے۔ جہاں ہمیں فی الفور گرفتار کرلیا گیا، گرفتاری کی اس تقریب میں بے شمار لوگ جمع تھے جو ریاستی حکومت کے خلاف اور گرفتاری دینے والوں کے حق میں زور زور سے نعرے لگا رہے تھے۔ کچھ مسلمان، سکھ اور ہندو ایسے بھی تھے جو چند گز کے فاصلے پر ریلوے اسٹیشن کے اندر کھڑے ہماری مخالفت میں تقریریں کررہے تھے۔ ایک مولوی صاحب فرید کوٹ کے سکھ حکمران ہراندر سنگھ کو ''اولوالامر'' قرار دے کر اس کی اطاعت کا اعلان فرما رہے تھے۔ ان تقریروں کا ہمارے بعض ساتھی اسی لب و لہجے میں جواب دینا چاہتے تھے، لیکن ہم سب کو خاموش رہنے کی تلقین کرتے رہے، اور بار بار کہتے تھے کہ یہ لوگ ہمیں اشتعال دلا کر تحریک کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ لیکن ہمارا فرض ہے کہ حالات کا پورے صبر و تحمل کے ساتھ مقابلہ کریں اور ہر صورت میں امن وشانتی کی فضا برقرار رکھنے کی کوشش کریں۔''

فرید کوٹ جیل سے رہائی:

اپنی رہائی کے متعلق خود تحریر فرماتے ہیں:

''فرید کوٹ کے داروغہ جیل کا نام عجائب سنگھ تھا، بہت شریف اور نرم آدمی تھا، حتی الامکان کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتا تھا۔ ایک دن دس بجے کے قریب وہ ہمارے پاس آیا اور کہا: ''میں صابن بھیج رہا ہوں، مہربانی کرکے آج آپ اپنے کپڑے دھولیں۔'' ہم اس پر متعجب ہوئے کیوں کہ آج صابن ملنے والا دن اتوار نہیں تھا۔ دوسرے دن دس بجے کے قریب عجائب سنگھ آیا اور کہا: مہربانی فرما کر میرے ساتھ چلیے۔ وہ ڈیوڑھی میں لے گیا، ہم نے دیکھا کہ ایک گورے چٹے صاحب کھدر پوش وہاں تشریف فرما ہیں، ان کے ساتھ ریاست کے چیف سکریٹری رام سنگھ بیٹھے ہیں، ہمیں دیکھ کر یہ دونوں کھڑے ہوگئے، اور سب سے ہاتھ ملائے۔ کھدر پوش آدمی نے چیف سکریٹری سے کہا: ''آپ تشریف لے جائیے، میں ان سے ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔''

میں سمجھا کہ یہ بھیم سین سچر ہوں گے، لیکن انھوں نے بتلایا:

”میرا نام سیف الدین کچلو ہے اور میں پنجاب کانگریس کا صدر ہوں۔“ میں نے ان سے کہا: ”پنجاب کانگریس کے صدر تو مولانا سید محمد داؤد غزنوی تھے۔“ انھوں نے بتایا: نئے انتخاب میں مولانا داؤد غزنوی صدر نہیں رہے، اب یہ ذمہ داری مجھ پر ڈال دی گئی ہے۔“ ڈاکٹر کچلو نے بتایا کہ باہر تحریک زوروں پر چل رہی ہے، یہاں کے حالات کا جائزہ لینے کے لیے کانگریس ہائی کمان نے مجھے یہاں بھیجا ہے، ایک دو دن میں پنڈت جواہر لال نہرو یہاں آرہے ہیں، وہ مہاراجا سے گفتگو کریں گے، پرجا منڈل کے مطالبات مان لیے جائیں گے اور آپ لوگوں کو رہا کر دیا جائے گا۔

کچھ عرصے بعد پنڈت نہرو فرید کوٹ آئے، لیکن ریاست میں دفعہ ۱۴۴ نافذ تھی، وہ بذریعہ ریل آئے۔ بہت بڑا ہجوم ان کے استقبال کے لیے فرید کوٹ کے ریلوے اسٹیشن پر جمع تھا، وہ ہجوم کے ساتھ پیدل چلتے ہوئے شہر میں داخل ہونے لگے تو فیروز پوری دروازے پر ایک ہندو مجسٹریٹ کھڑا تھا، اس نے ان کو کاغذ دکھایا اور کہا کہ شہر میں دفعہ ۱۴۴ نافذ ہے، آپ اندر نہیں جاسکتے۔ پنڈت جی نے کاغذ کا وہ پرزہ اس کے ہاتھ سے پکڑا اور اسے پھاڑ کر زمین پر پھینکتے ہوئے کہا: ”ہم اس طرح کے کاغذ کے پرزوں کو اسی طرح کیا کرتے ہیں۔“ پھر ہجوم سے مخاطب ہو کر بولے: ”بڑھو نوجوانو!“ اس کے بعد وہ غلہ منڈی گئے اور وہاں جا کر تقریر کی۔ بعد ازاں راجہ فرید کوٹ ہراندر سنگھ نے اپنی کار بھیجی اور پنڈت جی کو اپنے محل میں آنے کی دعوت دی۔ وہ وہاں گئے اور دونوں نے باہم بات چیت کی۔ اس کے نتیجے میں ہمیں رہا کر دیا گیا۔“ [نقوش عظمت رفتہ، ص:۵۵۵، ۵۵۶]

یہ مولانا بھٹی صاحب کی دوسری گرفتاری تھی، جب کہ اس سے پہلے بھی وہ ۱۹۳۹ء میں وطن عزیز کی آزادی کے لیے کچھ عرصہ فیروز پور جیل میں قید وبند کی صعوبتیں جھیل چکے تھے۔ گویا بھٹی صاحب نے سیاست میں قدم اس دور میں رکھا تھا جس کے متعلق شورش کاشمیری مرحوم نے فرمایا تھا:

ہم نے اس وقت سیاست میں قدم رکھا تھا
جب سیاست کا صلہ آہنی زنجیریں تھیں

تقسیم ملک کے بعد:

تقسیم ملک کے بعد کیا بیتی؟ آپ خود اپنی آپ بیتی میں لکھتے ہیں:

”۱۴۔ اگست ۱۹۴۷ء کو ملک تقسیم ہو گیا تو ۲۱۔ اگست ۱۹۴۷ء کو ہم اپنے قدیم مسکن سے نکلے اور قصور آ گئے۔ ایک مہینا دس دن وہاں رہے۔ پھر اپنے خاندان کے ساتھ ضلع لائل پور (موجودہ فیصل آباد) کی تحصیل جڑاں والا کے ایک گاؤں چک نمبر ۵۳ گ ب منصور پور میں آ گئے، یہ وہی لائل پور ہے جسے ہم نے مسلمان بنا کر ”فیصل آباد“ کے نام سے موسوم کر دیا ہے۔ کافر کو مسلمان بنایا جائے تو سنا ہے بہت ثواب ہوتا ہے۔ چناں چہ حصولِ ثواب کے لیے ہم نے بے شمار گلیوں، محلوں، سڑکوں، دیہاتوں، قصبوں اور شہروں کو مسلمان بنا دیا ہے اور اللہ کی مہربانی سے اس طرح ہم جنتی ہو گئے ہیں۔ علاوہ ازیں سکولوں اور کالجوں کو بھی ہم نے دائرۂ اسلام میں داخل کر لیا ہے اور اس طرح جنت الفردوس میں داخلہ اپنے لیے پکا کر لیا ہے۔ ہمارے موجودہ گاؤں کو چک ۵۳ گ ب ڈھیسیاں بھی کہا جاتا ہے۔

بہر حال جب ہم گھر سے نکلے تو کوئی چیز ہمارے پاس نہیں تھی، نہ کوئی کپڑا، نہ کوئی چھوٹا بڑا برتن۔ میری عربی، اردو اور فارسی کی تین سو کے قریب کتابیں تھیں وہ بھی وہیں رہ گئیں اور وہ سندیں بھی جو مشفق ترین اساتذہ نے انتہائی کرم فرماتے ہوئے، اس کم علم اور بے عمل کو عطا فرمائی تھیں، کتابوں میں رہ گئیں۔“ [خودنوشت سوانح حیات، ص:۲]

بھٹی صاحب بیان کرتے ہیں:

۲۴ جولائی ۱۹۴۸ء کو مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان کا قیام لاہور میں عمل میں آیا تو کرم فرما اساتذہ (حضرت العلام مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ، شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ) کے کہنے سے مجھے اس کا ناظم دفتر بنا دیا گیا۔ اس کے صدر حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ تھے۔ پھر ۱۹۔ اگست ۱۹۴۹ء کو گوجراں والا سے جب ہفت روزہ الاعتصام جاری ہوا تو اس کا ایڈیٹر مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ کو مقرر کیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد مجھے اس اخبار کا معاون مدیر بنا دیا گیا۔ یہ میری زندگی کا نیا تجربہ اور نیا دور تھا۔ مجھے لکھنے پڑھنے سے دلچسپی تھی اور یہ دلچسپی بہت جلد میرا پیشہ بن گئی۔“ [خودنوشت سوانح حیات، ص:۲۷]

میدانِ صحافت میں:

حالات نے کروٹ لی ۱۵ مئی ۱۹۵۱ء کو مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ ریسرچ فیلو کی حیثیت سے ادارہ ثقافت اسلامیہ (لاہور) سے منسلک ہوگئے، ان کی جگہ بھٹی صاحب کو ''الاعتصام'' کا ایڈیٹر بنا دیا گیا۔ آپ پندرہ سال تک اس کے ایڈیٹر رہے۔ اس دور میں بے شمار علماء وزعماء سے میل ملاقات اور گفتگو کے مواقع ملے، جن سے آپ نے خوب استفادہ کیا اور اس دوران آپ نے ''الاعتصام'' کے کئی نمبر شائع کیے، جن میں فروری ۱۹۵۶ء کو شائع ہونے والا ''حجیت حدیث نمبر'' مئی ۱۹۵۷ء کو شائع ہونے والا ''۱۸۵۷ء نمبر'' قابل ذکر ہے، جو کہ جہاد آزادی کا ایک اہم تحقیقی اور برصغیر کی سیاسی دستاویز ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے کئی عید نمبر اور آئین نمبر وغیرہ کی اشاعت کا بھی اہتمام کیا تھا، اخبار الاعتصام کے دفتر کے متعلق دلچسپ معلومات دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''بڑے سائز کے سولہ صفحات کے اخبار کا میں خود ہی خاکروب، خود ہی چپراسی، خود ہی کلرک، خود ہی منیجر اور خود ہی ایڈیٹر تھا۔ یعنی ان تمام مناصب پر میں اکیلا قابض تھا۔ الحمد للہ رب تعالیٰ نے بڑی توفیق عطا فرمائی تھی۔ اسی دوران جنوری ۱۹۵۸ء کو اپنا ذاتی اخبار سہ روزہ ''منہاج'' جاری کیا جو اپریل ۱۹۵۹ء تک جاری رہا۔ نیز اسی دوران روزنامہ ''امروز'' میں کئی سال تک مضمون نویسی اور کالم نگاری کرتا رہا۔ نیز مشہور صحافی جناب مجیب الرحمٰن شامی کے ماہنامہ ''قومی ڈائجسٹ'' میں ایک عرصے تک شخصیات پر سلسلۂ تحریر جاری رکھا۔ کچھ مدت ان کے روزنامہ ''پاکستان'' میں بھی لکھتا رہا۔''

پھر حالات نے ایک اور پلٹا کھایا تو ۳۰ مئی ۱۹۶۵ء کو اخبار ''الاعتصام'' کی ادارت سے مستعفی ہوکر چند ماہ حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے صاحب زادے سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ کے ساتھ مل کر ہفت روزہ ''توحید'' جاری کیا، پھر ۱۱ ستمبر ۱۹۶۵ء کو اس سے علاحدگی اختیار کرلی۔

ادارہ ثقافت اسلامیہ سے وابستگی:

۲۱۔ اکتوبر ۱۹۶۵ء کو مشہور تحقیقی ادارہ ''ادارہ ثقافت اسلامیہ'' نے بغیر کسی درخواست کے ریسرچ سکالر کی حیثیت سے بھٹی صاحب کی خدمات حاصل کرلیں۔ یہ وہ ادارہ ہے جو برصغیر کے معروف محققین کا مرکز تھا، جن میں شیخ محمد اکرام، مولانا محمد حنیف ندوی، سید جعفر شاہ پھلواروی، رئیس احمد جعفری وغیرہم شامل رہے۔ یہ ایک نیم سرکاری ادارہ تھا، جس میں بھٹی صاحب کو خالص تحقیقی میدان سے واسطہ پڑا، آپ کے لیے یہ علم کی نئی وادی تھی جس میں آپ کو قدم رنجہ ہونے کا موقع ملا، اس ادارے میں آکر بھٹی صاحب کے علمی جوہر ایسے کھلے کہ میدان تحقیق کے متوالوں کے لیے علم کا ایک دبستان وجود میں آگیا، اس ادارے سے آپ بتیس (۳۲) سال وابستہ رہے، اور اس دوران آپ کے رشحات قلم سے مندرجہ ذیل کتابیں معرض وجود میں آئیں، ان میں سے کچھ آپ کے شہوار قلم کی عطر بیزیاں ہیں اور کچھ قدیم کتابوں کا ترجمہ، تحقیق اور تعلیق۔

①...... الفہرست: محمد بن اسحاق بن ندیم الوراق البغدادی (متوفی ۳۹۱ھ) کی عربی تالیف ہے، جو بہت سے علوم وفنون اور ان کی تاریخ پر مشتمل ہے، نوسو چودہ (۹۱۴) صفحات پر مشتمل اس کتاب کا آپ نے ترجمہ کیا، بے شمار مقامات پر حواشی لکھے اور اشاریہ بنایا، یہ کتاب ۱۹۶۹ء میں ادارہ سے چھپی۔

②...... برصغیر میں علم فقہ: صفحات چارسو

③...... فقہائے ہندوپاک (دس جلدوں میں): ۳۵۳۴ صفحات پر مشتمل یہ کتاب پہلی صدی ہجری سے لے کر تیرھویں صدی تک کے فقہائے کرام کے حالات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اپنے موضوع کی یہ واحد کتاب ہے جو برصغیر کے علماء وفقہاء کے بارے میں اردو میں لکھی گئی۔ اس موضوع پر آپ نے پاکستان کی سپریم کورٹ کے سابق چیف جسٹس جناب ایس اے رحمان صاحب کے مشورے سے قلم اٹھایا۔

④...... برصغیر میں اسلام کے اوّلین نقوش: صفحات ۲۲۴ طبع ۱۹۸۹ء۔

⑤...... ارمغانِ حنیف: آپ کے استاذ محترم مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ کے حالات زندگی پر مشتمل۔ صفحات ۳۷۱ طبع ۱۹۸۹ء۔

⑥...... اردو نثر کے ارتقاء میں علماء کا حصہ: (۱۸۵۷ء تک کے

شمالی ہند کے علماء پر مشتمل) یہ ڈاکٹر محمد ایوب قادری صاحب کا پی، ایچ، ڈی کا مقالہ تھا، جسے آپ نے ایڈٹ کیا، اس پر مقدمہ لکھ کر ''ادارہ ثقافت اسلامیہ'' سے شائع کیا۔ صفحات ۲۲۴ طبع ۱۹۸۹ء۔

⑦...... شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ اور ان کی علمی خدمات: یہ ڈاکٹر ثریا ڈار (سابق چیئر پرسن شعبہ عربی اسلامیہ یونی ورسٹی بہاول پور) کا پی، ایچ، ڈی کا مقالہ ہے، جسے آپ نے ایڈٹ کیا اور اس کی عربی وفارسی عبارتوں کا ترجمہ کیا اور اس پر مقدمہ لکھ کر ''ادارہ ثقافت اسلامیہ'' سے شائع کیا۔ صفحات ۳۲۵ طبع ۱۹۹۱ء۔

⑧......شروح صحیح بخاری: یہ محترمہ غزالہ حامد کا ایم اے کا مقالہ ہے جسے بھٹی صاحب نے ایڈٹ کر کے عربی وفارسی عبارتوں کا ترجمہ کیا۔ نیز ان شروحات کا تذکرہ بھی کیا جسے مقالہ نگار نے ذکر نہیں کیا، پھر اس پر مقدمہ لکھ کر ''ادارہ ثقافت اسلامیہ'' سے شائع کیا۔ صفحات ۱۷۵ طباعت ۱۹۹۱ء۔

⑨......پیغمبر انسانیت: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر مولانا سید جعفر شاہ پھلواروی رحمہ اللہ کی تصنیف، جسے بھٹی صاحب نے ایڈٹ کر کے، عربی عبارتوں کا ترجمہ کر کے اور پھر اس پر مقدمہ لکھ کر شائع کیا، صفحات ۵۵۰ طباعت ۱۹۷۵ء۔

⑩...... فقہ عمر: مولانا ابویحییٰ امام خان نوشہروی رحمہ اللہ کا ترجمہ، نظر ثانی اور ایڈیٹنگ کے بعد ''ادارہ ثقافت اسلامیہ'' سے شائع کیا۔ صفحات ۴۰۰ طباعت ۱۹۷۵ء۔

⑪...... ماہنامہ ''المعارف'' یہ ''ادارہ ثقافت اسلامیہ'' سے نشر ہونے والا ماہانہ رسالہ تھا، جس میں خالص تحقیقی مقالات شائع ہوتے تھے، بھٹی صاحب اس علمی مجلّے کے بائیس سال ایڈیٹر رہے۔ اس دوران آپ نے سیکڑوں اداریے، مضامین، کتابوں پر نقد وتبصرے، حالاتِ حاضرہ پر ''دید وشنید'' کے نام سے دلچسپ وپر مغز تبصرے وغیرہ اس رسالے میں لکھے۔

اس طرح بتیس سال اس ادارے میں مختلف طرح کی علمی وتحقیقی خدمات انجام دینے کے بعد ۱۶ مارچ ۱۹۹۶ء کو اس سے سبک دوش ہوگئے۔

''ادارہ ثقافت اسلامیہ'' میں ملازمت کے بتیس سال کے عرصے میں، بھٹی صاحب نے ادارہ سے ہٹ کر اپنے طور پر جو کتابیں تصنیف فرمائیں، مقالے لکھے، اس کی مختصر سی تفصیل حسب ذیل ہے:

①...... جمع وتدوین قرآن: مقالہ برائے اردو دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونی ورسٹی۔ طباعت ۱۹۷۶ء۔

②......فضائل قرآن: مقالہ برائے اردو دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونی ورسٹی۔ طباعت ۱۹۷۶ء۔

③...... مضامین قرآن: مقالہ برائے اردو دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونی ورسٹی۔ طباعت ۱۹۷۶ء۔

④...... واقعات وقصص قرآن: مقالہ برائے اردو دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونی ورسٹی۔ طباعت ۱۹۷۶ء۔

⑤...... اعجاز قرآن: مقالہ برائے اردو دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونی ورسٹی۔ طباعت ۱۹۷۶ء۔

ان مقالات کے علاوہ متعدد موضوعات پر اردو دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی کی مختلف جلدوں میں تیس بتیس مقالات شائع ہوئے۔

⑥......قصوری خاندان: اس کتاب کا تعلق مشہور وکیل اور مجاہد آزادی مولانا عبدالقادر قصوری مرحوم اور ان کے فرزندان گرامی مجاہد آزادی مولانا محی الدین احمد قصوری (والد معین قریشی سابق نگران وزیر اعظم پاکستان) مولانا محمد علی ایم اے کینٹب قصوری، مولانا احمد علی قصوری اور میاں محمود علی قصوری مرحوم (سابق وزیر قانون پاکستان) کے تذکرے، ملک وملت اور وطن عزیز کے لیے ان کی ناقابل فراموش خدمات پر مشتمل ہے۔ صفحات: ۲۰۸ طباعت ۱۹۹۴ء۔

بھٹی صاحب کی دیگر کتابیں:

''ادارہ ثقافت اسلامیہ'' سے علاحدگی اختیار کرنے کے بعد مندرجہ ذیل کتابیں تحریر فرمائیں:

①...... لسان القرآن جلد سوم: یہ کتاب قرآنِ مجید کی توضیحی لغت کے متعلق ہے۔ اس کی پہلی اور دوسری جلد مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ کی تحریر فرمودہ ہیں۔ ان کی وفات کے بعد بھٹی صاحب نے اس کتاب کی تیسری جلد تحریر فرمائی۔ صفحات: ۳۴۲

②...... چہرہ نبوت قرآن کے آئینے میں: قرآنِ کریم کی روشنی میں رسولِ اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ۔ صفحات: ۳۲۶ طبع ۱۹۹۹ء

③...... میاں فضل حق اوران کی خدمات: یہ کتاب شخصیات کے ذیل میں آتی ہے جیسا کہ کتاب کے نام سے ظاہر ہے۔ صفحات ۲۴۳ طباعت ۱۹۹۷ء

④...... نقوش عظمت رفتہ: مختلف شخصیات کے تذکروں کا مجموعہ۔ صفحات ۶۴۰ طباعت ۱۹۹۶ء

⑤...... بزمِ ارجمنداں: مجموعہ شخصیات۔ صفحات ۶۳۰، طباعت ۱۹۹۹ء

⑥...... کاروانِ سلف: تذکرہ شخصیات۔ صفحات ۵۲۷، طباعت ۱۹۹۹ء

⑦...... قافلہ حدیث: منتخب شخصیات کا دلچسپ تذکرہ، صفحات ۶۴۵ طباعت ۲۰۰۳ء

⑧...... اسلام کی بیٹیاں: بہت سی صاحب عزم تاریخی خواتین کا تذکرہ۔ صفحات ۵۶۰ طباعت ۲۰۰۳ء

⑨...... برصغیر میں اہل حدیث کی آمد: صفحات ۳۴۸، طباعت ۲۰۰۴ء

⑩...... لشکر اسامہ کی روانگی: ڈاکٹر فضل الٰہی صاحب کی عربی کتاب کا ترجمہ۔ صفحات ۱۲۶ طباعت ۲۰۰۰ء

⑪...... سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ: سیرت صدیق رضی اللہ عنہ پر محمد حسین ہیکل مصری کی عربی کتاب کا اردو ترجمہ۔ صفحات ۶۲۰ طباعت ۱۹۹۸ء

⑫...... ریاض الصالحین: حدیث کی مشہور ضخیم کتاب کا اردو ترجمہ مع حواشی دو جلدوں میں۔

⑬...... ارمغانِ حدیث: معاملات سے متعلق سو منتخب احادیث کا مجموعہ مع ترجمہ وحواشی۔ صفحات ۴۰۰

⑭...... سوانح قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ: سیرت نبوی کی مشہور کتاب ''رحمۃ للعالمین'' کے نامور مصنف، علاوہ ازیں کئی ایک کتابوں کے مصنف اور سابق ریاست پٹیالہ کے سیشن جج، علامہ محمد سلیمان سلمان منصور پوری رحمہ اللہ کے حالاتِ زندگی کا حسین مرقع۔ صفحات ۴۵۰

⑮...... سوانح صوفی عبداللہ رحمہ اللہ: مدرسہ دارالعلوم ماموں کانجن کے بانی، مشہور مجاہد آزادی اور بزرگ حضرت صوفی عبداللہ رحمہ اللہ کی سوانح حیات۔ صفحات ۴۵۰ طباعت ۲۰۰۵ء

⑯...... میاں عبدالعزیز مالواڈا بار ایٹ لاء: برصغیر کی مشہور سیاسی اور سماجی شخصیت میاں عبدالعزیز مالواڈا کا سوانحی خاکہ۔ صفحات ۶۰۰

⑰...... برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن: اس کتاب میں ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش کے ان اہل حدیث علماء کا تذکرہ ہے جنہوں نے قرآنِ مجید سے متعلق خدمات انجام دیں۔ صفحات ۷۰۰ طباعت ۲۰۰۶ء

⑰...... محفل دانشمنداں: مختلف علمی وادبی شخصیات کے خاکوں کا مجموعہ۔ صفحات ۶۰۰ (زیر طبع)

⑱...... دبستانِ حدیث: برصغیر کے ان اہل حدیث علمائے کرام کا تذکرہ، جنھوں نے حدیث یا شروحِ حدیث یا فتاویٰ پر کام کیا، یا تدریسی خدمات انجام دیں۔ (زیر طباعت، یہ کتاب متعدد جلدوں پر مشتمل ہوگی۔)

⑲...... ہفت اقلیم: برصغیر کی سات معروف شخصیتوں کے مفصل حالات۔ صفحات ۵۰۰

اپنی تحریرات کے خلاصے کے طور پر بھٹی صاحب حفظہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں:

میری اب تک کی تحریرات حسب ذیل نوعیت کی ہیں:

❀...... تصانیف وتراجم

❀...... اخباری مضامین ومقالات

❀...... اخباری اداریے اور شذرات

❀...... بے شمار کتابوں پر تبصرے

❀...... بہت سی کتابوں پر مقدمات

یہ تمام تحریریں اگر کتابی سائز میں منتقل کی جائیں تو چالیس ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل ہوں گی۔ ریڈیو کی ۳۴، ۳۵ سال کی تقریروں کے بے شمار صفحات اس کے علاوہ ہیں۔ متعدد کتابوں کی ایڈیٹنگ (ادارت) بھی اس میں شامل نہیں۔

یہ تھی بھٹی صاحب کی کتابوں کی کچھ تفصیل، جو آج الحمدللہ دنیا کے کونے کونے میں پہنچی ہوئی ہیں، جو کہ قارئین کو نہ صرف متاثر کرتی ہیں بلکہ اپنے سحر میں جکڑ لیتی ہیں اور وہ پھر میری طرح انہی کا ہو جاتا ہے۔ بقول متنبّی:

وما الدهر إلّا من رواة قصائدي
إذا قلت شعرا أصبح الدهر منشدا

''زمانہ بھی صرف میرے ہی قصائد کا راوی ہے، جب میں کوئی شعر کہتا ہوں تو سارا زمانہ اسی کو گنگنانے لگتا ہے۔''

ریڈیو اور ٹی وی کے پروگرام:

۲۵ دسمبر ۱۹۶۵ء (یکم رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ) کو ریڈیو پاکستان لاہور سے بھٹی صاحب کی پہلی تقریر نشر ہوئی۔ اس کے بعد ریڈیائی تقریروں کا ایک سلسلہ چلا۔ کبھی کبھی ایک دن کے مختلف پروگراموں میں تین تین تقریریں بھی ہوئیں، کبھی پنجابی پروگرام، کبھی صراطِ مستقیم، کبھی آیات بینات، کبھی فوجیوں کا پروگرام، کبھی کتابوں پر تبصرے، کبھی سوہنی دھرتی، کبھی کسی مذاکرے میں شمولیت، کبھی اور کوئی پروگرام۔

ایک مرتبہ ریڈیو پاکستان لاہور کی طرف سے ''ہفتۂ حدیث'' منایا گیا، اس کے اربابِ انتظام نے سات مقرروں کو چنا، جن میں سے ایک بھٹی صاحب بھی تھے۔ ہر تقریر کا دورانیہ ۳۵ منٹ کا تھا۔ بھٹی صاحب نے ''حدیث کی جمع و تدوین عہد نبوی میں'' کے موضوع پر ایک گھنٹہ تقریر کی۔ یہ تقریر متعدد مرتبہ ریڈیو سے نشر ہوئی۔

ایک مرتبہ مسلسل پندرہ روز کا سیرت پروگرام دیا گیا، جس میں بھٹی صاحب کو سیرت نبوی کی مشہور کتاب ''رحمۃ للعالمین'' کی تلخیص پیش کرنی تھی۔ یہ روزانہ پندرہ منٹ کا پروگرام تھا، پھر اسی پروگرام کو اسی انداز سے پنجابی میں پیش کرنے کو کہا گیا۔ اس پروگرام کو اردو اور پنجابی دونوں زبانوں میں بھٹی صاحب نے بہترین انداز میں پیش کیا۔

ریڈیو پاکستان لاہور نے ''زندہ تابندہ'' پروگرام شروع کیا تو اس کے منتظمین نے بھٹی صاحب سے اصرار کیا کہ وہ اس پروگرام میں اہم فوت شدہ شخصیات کا تذکرہ کریں۔ موصوف نے مسلسل ۴۵ دن یہ پروگرام کیا، اور اس میں شیخ الکل فی الکل میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی، مولانا شرف الدین دہلوی، مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی، حافظ عبدالمنان وزیر آبادی، مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہم جیسی متعدد شخصیات کا تذکرہ فرمایا۔

بھٹی صاحب کو پہلی مرتبہ ۲۷ جولائی ۱۹۷۲ء کو ٹی وی پر ''بصیرت'' پروگرام کرنے کی دعوت دی گئی۔ اس کے بعد بارہا آپ نے ٹی وی پر متعدد پروگرام پیش کیے۔ شرعی عدالت کی طرف سے بھٹی صاحب کو اطلاع آئی کہ وہ آپ کو اہم شرعی مسائل میں مشیر مقرر کرنا چاہتی ہے۔ لیکن آپ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اس سے میرے تصنیفی کاموں میں رکاوٹ پیدا ہوگی۔

ایک مرتبہ خود اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین اور بھٹو دور کے سابق وفاقی وزیر مولانا کوثر نیازی مرحوم نے بھٹی صاحب سے ان کے دفتر ''ادارہ ثقافت اسلامیہ'' میں آ کر آپ سے کونسل کی رکنیت قبول کرنے کے لیے اصرار کیا، یہ عہدہ جس کے حصول کے لیے لوگ واسطے وسیلے لڑاتے ہیں، لیکن بھٹی صاحب کی درویشی کہ آپ نے اپنی علمی مشغولیتوں کے پیش نظر معذرت کر لی۔

یہ تھے بھٹی صاحب کے کچھ مختصر حالات، آپ نے اپنی عمر عزیز کا ایک ایک لمحہ دین اسلام کی خدمت، جماعت اہل حدیث اور رجال اہل حدیث کی تاریخ نویسی میں لگا دیا۔ عموماً اہل قلم لکھنے میں کچھ اور دیکھنے میں کچھ اور ہوتے ہیں۔ کئی ایسے علماء ہیں جن کی تحریروں سے ایک دنیا متاثر ہے، لیکن جب صاحب تحریر سے ملاقات کی تو وہ عبوسا قمطریرا اور انتہائی خشک مزاج ثابت ہوئے۔ لیکن ہمارے یہ ممدوح

اپنی تحریر کے سچے سفیر ہیں، جس طرح ان کا قلم زعفران زار ہے، اسی طرح آپ بھی نہایت سادہ اور شگفتہ مزاج ہیں۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ایسے ''خوش طبع'' لوگ بار بار پیدا نہیں ہوتے۔ شاید انہی کے لیے میؔر نے کہا:

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ
افسوس تم کو میؔر سے صحبت نہیں رہی

شاید میؔر مرحوم کو حالات نے ''پراگندہ طبع'' کر دیا ہو۔ لیکن ہمارے اس ممدوح کو، حالات کی سختی، بڑھتی عمر، اشغال کے ہجوم، اور بے پناہ مصروفیتوں نے ''خوش طبع'' اور شاکر و صابر بنا دیا، سچ ہے:

رنج کا خوگر ہو انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں مجھ پہ اتنی پڑیں کہ آساں ہو گئیں

موصوف اپنی ذات پر اللہ تعالیٰ کے بے پایاں احسان، کرم اور نوازشوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''میں ایک غریب اور غیر معروف خاندان کا غریب اور غیر معروف فرد ہوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے علمی حلقوں میں بے حد اعزاز بخشا، میں پوری طرح اس کا شکر ادا بھی نہیں کر سکتا، بعض دفعہ اس قسم کی باتیں ذہن میں آتی ہیں تو آنکھوں سے آنسو نکل آتے ہیں۔ کہاں یہ فقیر اور کہاں اللہ عزوجل کی رحمت بے پایاں؟''

مرکز دعوۃ الجالیات (جمعیت اہل حدیث) کویت نے محترم مولانا بھٹی صاحب کو کویت بلا کر، جماعت اہل حدیث کے لیے ان کی بے مثال اور شان دار خدمات پر اعزاز عطا کرنے کا فیصلہ کیا۔ رئیس مرکز محترم شیخ عارف جاوید محمدی حفظہ اللہ نے مولانا موصوف کے کویت آمد کی راہ ہموار کی۔ نیز مرکز کے تمام احباب اور شیوخ بالخصوص محترم شیخ عبدالخالق، محترم عبداللہ شاد، حاجی حبیب الرحمٰن، حاجی ارشد صاحب، شیخ بشیر الطیب، حاجی امین صاحب، حاجی مظہر ریاض، جناب ابوکلیم، جناب ملک جاوید، شیخ کفایت اللہ اور راقم الحروف نے اس کے لیے بھرپور تیاریاں کیں۔ پھر مؤرخہ ۳۔ جولائی ۲۰۰۸ء کو بروز جمعرات بعد نماز عشاء، جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی قرطبہ کے پروگرام ہال میں ایک خصوصی اجلاس منعقد کیا۔ ہال حاضرین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ لوگ بھٹی صاحب کو دیکھنے اور ان کی گفتگو سننے کے لیے امنڈ پڑے تھے، شوق کا عالم یہ تھا، کہ گویا:

آہٹ پہ کان، در پہ نظر، دل میں اشتیاق
کچھ ایسی بے خودی ہے تیرے انتظار میں

اس مبارک اجتماع میں دینی، دعوتی اور رفاہی کاموں کی عالمی تنظیم جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی کے رئیس، قافلہ خیر کے میر کارواں فضیلۃ الشیخ طارق سامی سلطان العیسی حفظہ اللہ نے مرکز دعوۃ الجالیات کی جانب سے ''مؤرخ اہل حدیث'' کے خطاب والی شیلڈ محترم مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب کی خدمت میں پیش کی۔ اس اجتماع کو فضیلۃ الشیخ دکتور وائل الحساوی، نائب رئیس جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی، فضیلۃ الشیخ فلاح خالد فلاح المطیری رئیس لجنۃ القارۃ الہندیہ، فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز المفرج رکن لجنۃ القارۃ الہندیہ، مشہور کویتی محقق فضیلۃ الشیخ محمد ناصر العجمی، اور برصغیر کے معروف عالم دین اور محقق محترم شیخ صلاح الدین مقبول احمد حفظہم اللہ نے اپنی آمد اور حاضری سے رونق بخشی۔

اخیر میں ہم بھٹی صاحب کی ساٹھ سالہ علمی، دینی، تاریخی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہیں کہ وہ موصوف کے علم، قلم اور صحت و زندگی میں برکت عطا کرے۔ آپ کو دین حنیف کی مزید خدمت کی توفیق دے اور آپ کی شخصیت کو ہمیشہ سدا بہار رکھے۔ بقول فضاؔ ابن فیضی:

خدا کرے فضاؔ یونہی یہ خواب جاگتے رہیں
یہ خوشبوئیں جواں رہیں گلاب جاگتے رہیں
ہنروران سنت، آفتاب جاگتے رہیں
اسی یقین و آگہی کا سوز جاوداں ہیں ہم



جھبراں میں معزز علماء کی آمد

جامعہ عمر بن الخطاب اہل حدیث جھبراں کے ذیلی ادارہ کلیہ عائشہ صدیقہ للبنات میں ۳۰ جون ۲۰۰۸ء بروز سوموار ماہانہ درسِ قرآنِ کریم کے سلسلے میں استاذ العلماء استاذ النحو والصرف فضیلۃ الشیخ مولانا حفیظ الرحمٰن لکھوی صاحب (مدیر جامعہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ لاہور) اور مولانا عبدالرزاق یزدانی صاحب (نائب مدیر جامعہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ لاہور) تشریف لائے۔ انھوں نے جامعہ عمر بن الخطاب کے ذیلی ادارے کلیۃ القرآن الحکیم، کلیہ عائشہ صدیقہ للبنات اور اسلامک گرلز ایلیمنٹری سکول کا دورہ فرمایا اور جامعہ کی تعلیمی و تربیتی کاوشوں کی تعریف کی۔ درسِ قرآن کے موقعہ پر رئیس الجامعہ مولانا حافظ محمد ایوب خالد صاحب ایم۔اے، مولانا حافظ محمد عباس صاحب (شیخ الحدیث کلیہ عائشہ صدیقہ للبنات) اور قاری شفیق الرحمٰن صاحب انچارج کلیۃ القرآن الحکیم بھی موجود تھے۔

[امان اللہ عاصم جامعہ عمر بن الخطاب اہل حدیث جھبراں شیخوپورہ]

قارئین الاعتصام سے گزارش

❀...... قارئین الاعتصام کو ان کا سالانہ زرِ تعاون ختم ہونے پر بذریعہ پوسٹ کارڈ مطلع کر دیا جاتا ہے۔

❀...... جن احباب کو پوسٹ کارڈ ملے تو وہ اپنا زرِ تعاون دفتر الاعتصام میں بذریعہ نقد، ڈرافٹ یا منی آرڈر ارسال فرما دیا کریں۔ بصورتِ دیگر ادارہ الاعتصام اطلاعی کارڈ پوسٹ کرنے کے ایک ماہ بعد بذریعہ وی پی الاعتصام قارئین کو ارسال کرتا ہے۔

❀...... قارئین سے گزارش ہے کہ اطلاع ملتے ہی رقم ارسال کریں اگر رقم نہ بھیج سکیں تو وی پی ضرور وصول فرما لیا کریں اور اگر کسی وجہ سے پرچہ اپنے نام جاری نہ رکھ سکیں تو بھی دفتر کو ضرور مطلع کر دیں تا کہ ادارے کو کسی قسم کا مالی خسارہ نہ ہو۔

❀...... الاعتصام کے ساتھ مالی تعاون فرمانے والے حضرات تعاون بھیجتے وقت اپنے تعاون کا ذکر ضرور کیا کریں۔

امید ہے قارئین الاعتصام خود بھی الاعتصام پڑھتے ہیں اور مزید اپنے دوست واحباب کے نام جاری کروائیں۔ جزاکم اللہ خیراً

[ادارہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ لاہور 54000]

اعلان برائے حجامہ (سینگی لگوانا)

امام ابن قیم رحمہ اللہ کی کتاب ''طب نبوی ﷺ'' میں حجامۃ (سینگی لگوانا) کا بارہا ذکر ملتا ہے۔ اگر کوئی صاحب ایسے حجام (سینگی لگانے والے یا فصد کرنے والے) کو جانتے ہوں جو صفائی اور احتیاط سے یہ کام کرتا ہو تو درج ذیل نمبر پر اطلاع دے کر عند اللہ ماجور ہوں۔ [عثمان بھٹہ 0323-4685565]

ابقاء المنن بالقاء المحن

یعنی

خود نوشت سوانح حیات

نواب سید محمد صدیق حسن خان رحمہ اللہ

(۱۸۳۲ء — ۱۸۹۰ء)

تسہیل
مولانا محمد خالد سیف
رفیق ، ادارہ علوم اثریہ فیصل آباد

تنقیح و نظر ثانی
قاری نعیم الحق نعیم رحمہ اللہ
رفیق ، دارالدعوۃ السلفیہ ، لاہور

ناشر :
دارالدعوۃ السلفیہ
شیش محل روڈ ، لاہور ، پاکستان
042-735 4406

ملنے کا پتا
دارالکتب السلفیہ
شیش محل روڈ ، لاہور ، پاکستان
042-723 7184